زندگی کے رنگ

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

نبیلہ ابر راجہ

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مکمل ناول

سر سبز ترو تازہ تراشی ہوئی گھاس کے وسیع فرش پہ وہ سب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ احمد آج ہی آسٹریلین طوطے لایا تھا۔ درشین، غزل اور وردہ آپی تینوں بڑے اشتیاق سے پنجرے کی جالیوں میں سے جھانک کر رنگ برنگے طوطوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پہ اپنے کورس کی کتاب میں مگن حوریہ نے ناپسندیدگی سے انہیں دیکھا اور روئے سخن احمد کی طرف موڑا۔

"احمد بھائی! آپ ہر روز نت نئے پرندے کیوں قید کرنے کے لیے لاتے ہیں؟"

"دیکھو تو انہیں کتنے مزے مزے کی چیزیں بھی کھلاتا ہوں اور بے شمار سہولتیں پنجرے میں مہیا کر رکھی ہیں۔ تم نے وہ شعر نہیں سنا۔

جنہیں سونے کے پنجرے میں غذا مل جائے چاندی کی
انہیں پھر عمر بھر آزادیاں اچھی نہیں لگتیں

"بھائی! یہ آپ کا خیال ہے ورنہ قید چاہے کسی بھی نوعیت کی ہو قید ہوتی ہے۔ چاہے اے کلاس ہو یا بی کلاس ہو مگر جیل میں رہنے والا قیدی ہی ہوتا ہے۔" حوریہ باقاعدہ بحث پر اتر آئی۔ مگر احمد دوبارہ طوطوں کی نازبرداری میں مگن ہو گیا تھا۔

وردہ آپی نے معنی خیز نگاہوں سے غزل کی طرف دیکھا۔

"ہوں! اے کلاس کا قیدی۔ مثال تو بہت ہی اچھی ہے۔" وہ ماتھے پہ ہاتھ مار کر ہنسی تو رعنا بھی ان

نبیلہ ابر راجہ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

قریب آگئی۔ حوریہ نے منظر سے ہٹ جانا ہی غنیمت سمجھا اور کتاب اٹھا کر جھولے کے پاس آگئی۔ ساری آوازیں اور مسکراہٹیں پیچھے رہ گئی تھیں۔

بے زبان جانوروں کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ ہی حساس تھی۔ چچا میاں نے تیتر پال رکھا تھا' جبکہ احمر بھائی نے دنیا جہان کے طوطے چڑیاں جمع کر رکھے تھے۔ حوریہ بڑے دھڑلے سے چچا میاں اور احمر بھائی کے سامنے پنجرے کے بے زبان قیدیوں کا رونا روتی جس پہ پورا گھر خاص طور پہ غزل اس کا مذاق اڑاتی مگر ابا میاں اپنی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی کے ان نازک خیالات کی بے حد قدر کرتے۔

ابا میاں گاڑی سے جوں ہی اُترے حوریہ سامنے آگئی اور معمول کے مطابق سلام کرتے ہوئے بیگ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر غسل خانے سے باہر آئے تو ورده چائے کی ٹرے سجائے ان ہی کے انتظار میں تھی۔

ابا میاں کی دفتر سے واپسی پہ شام کی چائے بڑے اہتمام سے پی جاتی تھی' آج بھی رعنا نے پکوڑے بنائے تھے۔

ابا میاں کسی دفتری پریشانی کا ذکر کر رہے تھے۔ کلثوم توجہ سے سن رہی تھی۔ اسعد بھائی آگئے تو رعنا ان کے لیے مزید چائے اور پکوڑے لینے کچن کی طرف چلی گئی۔

اسعد کی متلاشی نگاہیں ورده کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ جو چائے کا کپ لے کر پہلے ہی اندر کمرے میں جاچکی تھی۔ رعنا اور حوریہ سے اس کی یہ بے قراری ڈھکی چھپی بات نہیں رہی تھی۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے یہ بات ممکن بھی نہیں تھی اور جب سے اسعد اور ورده کی منگنی ہوئی تھی تب سے اسعد کا ورده والے پورشن میں آنا جانا بھی بڑھ گیا تھا۔ بول چال اور ملاقاتوں پہ ویسے بھی پابندی نہیں تھی' شروع سے وہ اکٹھے پلے بڑھے تھے اور ساتھ کھیل کر جوان ہوئے تھے۔ ابا میاں اور کلثوم کو بیٹیوں کو دی گئی تربیت اور کردار پہ اعتماد تھا اس لیے یقین واثق تھا کہ اس حوالے سے کوئی مسئلہ نہیں اٹھے گا۔

ورده چائے کا خالی کپ لے کر باہر نکلی تو اسعد کی آنکھوں میں روشنی سی آگئی۔ ابا میاں عصر کی نماز کے لیے اٹھ چکے تھے۔ اماں وضو کر رہی تھیں۔ حوریہ حسب معمول کتاب میں گمن تھی' رعنا کچن میں چائے کے برتن دھو رہی تھی اسعد کے لیے حکایت دل کہنے کا بڑا مناسب موقع تھا۔

تم ہی ہو ہمارے حواس پہ چھائے ہوئے
آج اس بات کو ہم سرعام کہتے ہیں

ورده اس کے اس طرح شعر پڑھنے پہ جھینپ سی گئی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" گھبراہٹ میں وہ یہی کہہ سکی۔ اتنے میں رعنا ہاتھ پونچھتی کچن — سے برآمد ہوئی تو اسعد کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

حوریہ اس وقت چچا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی سرینا سے پٹر پٹر باتیں کر رہی تھی۔ اس کی شائستگی اور باوردی شوفر دیکھنے والے کو بخوبی اس کی حیثیت کا احساس دلاتے تھے۔

مگر چچی جانے کیوں سرینا کو دیکھتے ہی تیوریاں چڑھا لیتیں۔ وہ بے چاری شرجیل سے فرنچ میں اماں کی خیریت دریافت کرتی ہوا" وہ کہتا۔

"امی سرینا پوچھ رہی ہے آپ کیسی ہیں؟"

خولہ چچی ہنستے ہوئے (بظاہر) "ٹھیک ہوں" کہہ کر اس کا منہ دیکھنے لگتیں — تو وہ زور زور سرہلا کر کہتی۔

"تھینک یو تھینک یو۔" سرینا کے جملوں کی تھینک یو پر ہی آکر ٹوٹتی۔

آج اس نے مہنگے بوتیک کا سلا سلایا فیروزی [illegible] اور بڑے نازک سے کریم کلر کے ہائی ہیل سینڈل پہن رکھے تھے۔ حوریہ کو تو وہ بہت اچھی لگی فوراً سرینا کے سامنے ہی اردو میں حوریہ سے کہا۔

"تمہیں پتہ ہے سرینا نے یہ جوتے کہاں سے کتنے میں لیے ہیں؟" اس کا اشارہ سرینا کے کالی رنگت والے پاؤں میں مقید کریم کلر کی نازک جوتی کی طرف تھا۔ جب بھی سرینا آتی وہ حوریہ سے ضرور پزل [illegible] ہوتا۔

حوریہ ابھی جوتوں کی قیمت کا تعین کر رہی تھی کہ شرجیل نے آہستہ سے اس سے کہا۔

"یہ دیکھو' سرینا نے آج ہی مجھے یہ شوز دلائے ہیں پورے نو ہزار کے ہیں۔ نو ہزار سمجھتی ہو' ہزار ہزار کے نوٹ اپنے ہاتھ سے دکان والے کے ہاتھ پہ رکھے ہیں" اس کا انداز سراسر تاؤ دلانے والا تھا۔ حوریہ کو بھی تاؤ آگیا۔ اس سے پہلے کہ تو تو میں میں ہوتی غزل نے معاملہ رفع دفع کروا دیا۔

کھانا تیار ہو چکا تھا۔ سرینا کی پرخلوص دعوت پہ اسے بھی ساتھ دینا پڑا۔

کھانے کے بعد کافی پی کر سرینا اپنے شوفر کے ساتھ شرجیل کے ہمراہ واپس چلی گئی۔ واپسی کے سفر میں شرجیل ضرور اس کے ہمراہ جاتا۔ اور پھر خاصی دیر بعد لوٹتا۔

حوریہ سرینا کے جاتے ہی اپنے پورشن میں آگئی۔ سرینا اور شرجیل کا غیر واضح سا تعلق اس کے ذہن کو بوجھل کرتا۔

"پتہ نہیں کیوں مری جا رہی ہے شرجیل کے لیے کیا دیکھ لیا ہے۔ کون سے لعل جڑے ہیں شرجیل بھائی میں جو بے چاری سرینا مر مٹی ہے پہ"

❁ ❁ ❁

بلال اور کلثوم کی جب شادی ہوئی تھی اس سے کچھ عرصہ پہلے ہی بلال نے ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازمت شروع کی تھی۔ ورده کی پیدائش کے فوراً بعد رعنا —— اس دنیا میں وارد ہو گئی تھی۔ پیچھے پیچھے تین سال بعد حوریہ چلی آئی تھی۔ پانچ سال میں کلثوم تین بچیوں کی ماں بن چکی تھی۔ کم عمری میں شادی ہونے کے باعث کلثوم کہیں سے بھی تین بیٹیوں کی ماں نظر نہیں آتی تھی۔ گھر کے تمام کام کاج اپنے ہاتھوں سرانجام دینے کی وجہ سے جسم ویسا ہی چھریرا اور گداز تھا' زیادہ سے زیادہ وہ ورده اور رعنا کی بڑی بہن نظر آتی۔ حوریہ کو امی سے والہانہ لگاؤ تھا۔ دونوں ہی اپنی بیٹیوں کو بے حد چاہتے تھے۔ انہوں نے بیٹا نہ ہونے کی خواہش کو روگ نہیں بنایا تھا اور ان تینوں کی تعلیم و تربیت پہ بھرپور توجہ دی تھی۔

شادی کے بعد بلال نے سب بھائیوں کے ساتھ مل کر رہنے کو ترجیح دی تھی۔ گھر ان کے دادا کے زمانے کا تعمیر کردہ تھا اور اس وقت کے لحاظ سے خاصا وسیع و عریض اور ٹھیک ٹھاک گنجائش رکھتا تھا۔ تایا نے بیٹے کی شادی کی تو اوپر تین کمرے اور ڈرائنگ ڈائننگ روم کے ساتھ باتھ روم اور کچن بنوا لیا تھا۔

خود بلال کا پورشن کھلا کھلا اور ہوادار سا تھا۔ تین کمروں کے ساتھ ڈرائنگ روم اور اسٹور بھی تھا۔

ورده اور رعنا دونوں اپنی تعلیم مکمل کر چکی تھیں۔ ورده کی ڈیڑھ سال پہلے رؤف چچا کے بیٹے اسعد کے ساتھ منگنی ہوئی تھی' اسی منگنی کی تقریب کے دوران رعنا' اسعد کے دوست فرجام کو پسند آگئی۔ چچا اور رؤف کے توسط سے رعنا کا رشتہ فرجام سے طے پا گیا اب اسی سلسلے میں انہیں شادی کی جلدی تھی۔ کلثوم اور بلال ورده کے ساتھ ساتھ رعنا کے فرض سے بھی جلد از جلد سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

بلال کی تنخواہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ کچھ رقم بچت اسکیموں میں بھی انویسٹ کر رکھی تھی۔ پھر کلثوم شروع سے ہی خاصی کفایت شعار اور سلیقہ مند تھی۔ تین بیٹیوں کی ماں ہونے کے ناتے اسے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ رعنا' ورده اور حوریہ کے لیے جہیز ساتھ ساتھ ہی تیار کرنا ہوگا۔ اپنے اس احساس کو اس نے عملی جامہ پہنانے میں دیر نہیں کی تھی' یہی وجہ تھی اب ورده اور رعنا کے لیے اکثر چیزیں خریدی جا چکی تھیں۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بلال! میں چاہتی ہوں کہ وردہ اور رعنا کے ساتھ ساتھ حوریہ کے بارے میں بھی جلد ہی کوئی حتمی فیصلہ کر لیا جائے۔" کلثوم بہت سنجیدہ تھی۔

"ہوں۔" بلال نے ہنکارا بھرا۔

"بھائی میاں کا بھی یہی خیال ہے مگر ہماری حوریہ کے ارادے بہت بلند ہیں۔ وہ ٹیلینٹڈ اور ذہین لڑکی ہے۔ ایم۔ اے کے بعد صحافتی میدان میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتی ہے مگر بھائی میاں کو بھی تمہاری طرح جلدی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ابھی حوریہ کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔" وہ سچائی سے بولے تو کلثوم الجھ سی گئی۔

"کیوں آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"اس لیے کہ حوریہ اپنی تعلیم مکمل کر لے۔" کلثوم انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"بلال میرا خیال ہے کہ ہم اپنی تینوں بیٹیوں کے فرائض سے جتنی جلد سبکدوش ہو جائیں بہتر ہے خیر آپ کی مرضی۔ لیکن وردہ اور رعنا کے سسرال والوں کو جلد ہی تاریخ دینا پڑے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ابھی رؤف بھائی سے بات کر لیتا ہوں۔" وہ اٹھ کر بھائی کے پاس چلے گئے۔

* * *

شرجیل شادی کے دعوتی کارڈز پہ مہمانوں کا نام لکھ رہا تھا اس کام میں حوریہ بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ سرینا کے پاس امی کے ساتھ جانا پڑے گا۔ تم اور چچی بھی تیار رہنا۔ تمہیں ویسے بھی وہ بہت پسند کرتی ہے "کارڈ خود دینے جاؤ گی تو خوش ہو جائے گی۔" وہ کچھ دیر کے لیے لکھنا موقوف کر کے بولا تو حوریہ نے بڑے مصروف سے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"یہاں پر سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے اسے کون کمپنی دے گا۔ انگریزی جاننے والے گھونگھٹ میں ہوں گے۔" وہ شرارت سے مسکائی۔

"ارے یوں تو مت کہو خود سرینا کی انگریزی بھی اولی لنگڑی سی ہے وہ تو فرنچ ہی بولتی ہے۔ بس تم لوگوں کے ساتھ وہ ہیلو ہائے کی حد تک انگریزی میں گفتگو کرتی ہے بلکہ وہ تو کہتی ہے کہ غزل اور ورد تحسین کی انگریزی بہت اچھی ہے۔ خود سرینا کہتی ہے کہ میں نے پاکستان آ کر ہی انگریزی کے کچھ جملے سیکھے ہیں بس جہاں سے اس کی انگریزی کی حد ختم ہوتی ہے وہیں سے میں مترجم کے فرائض سرانجام دینا شروع کر دیتا ہوں۔" وہ شگفتہ لہجے میں بولا تو حوریہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

"شرجیل بھائی! ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو بھئی۔" وہ مگن سا تھا عین اسی وقت غزل کے آواز دینے پہ وہ باہر چلا گیا تو حوریہ کی الجھن ہونٹوں تک رہ گئی۔

بھلا سرینا کا شرجیل کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ سرینا شرجیل سے عمر میں آٹھ نو برس بڑی ہے اس کا مذہب بول چال رسم رواج ہر چیز ہم سے جدا ہے۔ اس کے تیئں عمر میں چچا میاں کے گھرانے پہ اس کی نوازشات در نوازشات کا سلسلہ۔ شرجیل کو اکثر مہنگے تحائف دینا تقریباً "روزانہ فائیو اسٹار ہوٹلز میں ڈنر کروانا۔ موبائل پہ اسے لمبی لمبی کالز کرنا۔ اس کا ایک ایک انداز بزبان خاموشی کسی خاص انکشاف کا اظہار کرتا تھا مگر شرجیل اس کا ذکر عام سے انداز میں کرتا۔

خولہ چچی اور غزل کا رویہ سرینا سے کافی ہٹ کر تھا۔ ہاں اسعد بھائی اپنے آپ میں مگن نظر آتے۔ سرینا کا ذکر اچھے انداز میں ہی کرتے اور کبھی کبھی وہ اسے چھیڑنے کی خاطر کہتے کہ۔

"کاش کوئی سرینا شرجیل کی طرح ہمیں بھی گھاس ڈال دے تو اپنی تو قسمت ہی بدل جائے۔" حوریہ ان کی شرارت جان جاتی مگر وہ ناراض ہو جاتی۔

ایسی ہی ایک ہستی شرجیل کی منگیتر بھی تھی نازش، جو پنجاب کے ایک دور دراز کے گاؤں کی تھی۔ وہ ان پڑھ نہیں تھی مگر۔ اپنے تمام تر اطوار

اکھڑ مزاجی کے باوجود وہ حوریہ کو بہت اچھی لگتی تھی۔

اسے یوں لگتا جیسے نازش وہ نہیں ہے جو در حقیقت ظاہر کرتی ہے۔ وہ شرجیل کی پھوپھی زاد تھی۔ سال چھ ماہ بعد راولپنڈی اسلام آباد کے چکر لگتے تو تمام رشتہ داروں سے ملاقات ہو جاتی۔ ایسی ہی ایک ملاقات میں نازش کا سامنا سرینا سے ہوا تو اس نے بڑی حسرت سے نازش کو دیکھا اور پھر کرید کرید کر شرجیل سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بڑی صفائی سے اپنے احساسات چھپا گیا۔

نازش ذرا ذرا سی بات پہ بھڑک اٹھتی تھی۔ قوت برداشت اس میں نہ ہونے کے برابر تھی مگر شرجیل نے اس سے کبھی بھی تیز آواز میں بات نہیں کی تھی۔ غزل کی منگنی ہوئی تو وہ پورے مہینے ماموں کے گھر رہی اس دوران سرینا برابر آتی جاتی رہی۔ اس نے نازش سے کئی بار شرجیل کو وسیلہ بنا کر بات کرنے کی کوشش کی۔

"اس لڑکی کا دل کتنا اچھا ہے تم اس کی شکل کو کیوں دیکھتی ہو یہاں ہمارے ملک میں بھی ایسی بہت سی لڑکیاں ہیں۔" غزل اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

سرینا کی طرح نازش بھی حوریہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

بظاہر اس کے تیور درشت ہوتے پر حوریہ جانتی تھی کہ نازش کا دل بہت نرم ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں کی مضبوط اور لمبے قد کی مالک تھی۔ گندمی چہرہ جیسے گلاب سے سجا دیکھنے والے کو بھلا ہی لگتا۔

حوریہ کے ساتھ اس کی بہت دوستی تھی۔ پھوپھی کے ساتھ وہ بھی کئی بار اسے اپنے گاؤں آنے کی دعوت دے چکی تھی۔ اس بار جب وہ آئی تو حوریہ کے لیے خاص طور پہ ملتانی کڑھائی کا سوٹ لے کر آئی جو وہ بڑی زیب کے ساتھ سوات پہن کر گئی۔ نازش اپنی پذیرائی پہ خوشی سے پھولے نہ سمائی وہ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہونے والی لڑکی تھی۔

وردہ اور رعنا کی شادیوں سے پہلے ہی غزل کی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اچانک اور ہنگامی حالت میں شادی ہوگئی۔ اس کی ہونے والی ساس کو معمولی نوعیت کا ہارٹ اٹیک ہوا تو انہوں نے اسے موت کی گھنٹی سمجھ لیا اور فوراً "شادی کا تقاضا کیا کہ میں مرنے سے پہلے ابراہیم کے سر پہ سہرا دیکھنا چاہتی ہوں۔

رؤف اور خولہ نے جھٹ پٹ تیاری کرلی۔ غزل کا جہیز اتنا شاندار تھا کہ اس سے پہلے ان کے خاندان میں کسی کو اتنا شاندار جہیز نہیں ملا تھا۔ سربنا نے غزل کو صرف بیس ہزار تو سلامی کے ہی دیے باقی قیمتی تحفے اس کے علاوہ تھے۔

حوریہ کو ایک بار پھر یہ سوال تنگ کرنے لگا کہ سربنا یہ سب کیوں کررہی ہے؟ کیوں اس فراخدلی سے اپنی دولت شرجیل اور اس کے گھر والوں پہ لٹا رہی ہے۔

ڈیڑھ ماہ بعد وردہ اور رعنا کی بھی شادی تھی۔ اسی دوران یہ دبی دبی سرگوشیاں بھی سنی گئیں کہ بڑے چچا اپنے بیٹے کاشف سے حوریہ کی شادی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لڑکیاں بالیاں اسے ابھی سے چھیڑنے لگی تھیں۔

جیولر کے پاس سے کلثوم آج ہی زیورات لے کر آئی تھی۔ کپڑے سلنے کو دیے جاچکے تھے۔ الیکٹرانکس اور فرنیچر کا سامان پہلے ہی خرید کر گھر میں رکھا ہوا تھا۔ کارڈ چھپ کر آچکے تھے۔ کلثوم نے بلال کے ساتھ خود ہی دوستوں رشتہ داروں کو کارڈ دینے کا فیصلہ کیا۔

اسعد، شرجیل، عمر اور کاشف بھی اسی کام میں مصروف تھے۔

کلثوم، بلال کے ساتھ ابھی تو گھنٹے پہلے بلال کے ساتھ نکلی تھی۔

وہ تینوں بہنیں ٹی وی لاؤنج میں ہلکی پھلکی گفتگو کے ساتھ شادی کے جوڑے ٹانک رہی تھی۔

پاس رکھا پہ پرانی وی آن تھا مگر کسی کی توجہ بھی اس سمت نہیں تھی۔

حوریہ کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے کے ارادے سے جوں ہی دروازے سے باہر گئی اسی وقت وہ تینوں لڑکے مرکزی دروازہ کھول کر عین اس کے سر پہ آپہنچے اور اسے چیخنے کی بھی مہلت نہیں ملی۔

"چلو اندر اور دیکھو آواز نہ نکلے۔" کالی شرٹ والے نے پستول اس کی آنکھوں کے آگے نچایا تو اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی وردہ اور رعنا کی حالت بدلتے بھی دیر نہ لگی۔ ان کا پورشن ذرا الگ تھلگ تھا اس لیے کم ہی امکان تھا کہ اس خطرے کا کسی کو پتہ چلتا جو اس وقت ان کے سروں پہ ناچ رہا تھا۔

اور پھر مرد بھی گھر پہ نہیں تھے جو وہ کسی کو پکارنے کا رسک لیتیں۔ وردہ کی حالت سب سے زیادہ خراب ہورہی تھی۔ وہ ویسے بھی کم ہمت اور ڈرپوک سی لڑکی تھی۔

تینوں میں سے ایک اندرونی کمرے کی طرف بڑھا جہاں زیورات، پرائز بونڈ، نقد رقم اور دیگر قیمتی چیزیں تھیں۔ وہ ساتھ لائے کینوس کے تھیلے میں سب کچھ بھرنے لگا۔

رعنا اور وردہ کے تمام خواب و آرزوئیں اس کے تھیلے میں بند ہوگئی تھیں۔

رعنا دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

کالی شرٹ والا صوفے پہ بیٹھا مزے سے ٹانگیں ہلا رہا تھا۔ اس کا اطمینان قابلِ دید تھا۔ ان تینوں نے اپنی شکلیں چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی یقیناً" اس بات کی غماز تھی کہ ان کی رسائی کہاں تک ہے۔ دونوں اندر سے تھیلوں سمیت نکلے اور کالی شرٹ والے کے پاس ٹھہر گئے جو وردہ کو نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔

"اب نکلنے کی کرو۔" لمبے قد اور گھنی مونچھوں والا درمیانی عمر کا نرکا بڑے مصروف انداز میں بولا۔

"اتنی جلدی کیا ہے؟" وہ روئی روئی خوفزدہ سی وردہ کے نازک سراپے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تم تو بس جہاں لڑکی دیکھی پھسل جاتے ہو۔" قمیص شلوار والا بڑے بے ہودہ انداز میں ہنسا تو حوریہ سمیت ان دونوں کو بھی شدید خطرے کا احساس ہوا۔

"یہ لگتی بھی تو بڑی خاص ہے۔" وہ صوفے سے اٹھ کر دیوار کے ساتھ لگی وردہ کے پاس آیا جس کی رنگت میں یک بیک زردی گھل گئی تھی۔

"دیکھو تمہیں جو کچھ لینا تھا لے لیا ہے۔ اب پلیز یہاں سے چلے جاؤ۔" حوریہ نے بے ساختہ کہا۔

"تم روکتی ہے؟ مجھے حکم دیتی ہے؟" کالی شرٹ والا اچانک غصے میں آگیا اور زوردار تھپڑ حوریہ کو دے مارا۔ وہ احساسِ توہین سے سن ہو کر رہ گئی۔

"تم لوگ نہیں ہو تمہیں چھوڑ کر جانا۔" کالی شرٹ والا اب وردہ کے چہرے کی طرف جھکا ہوا تھا۔

حوریہ زور زور سے چیخنا چاہتی تھی مگر اس کی قوت گویائی سر پہ ملک الموت کی طرح کھڑے پستول بردار نے سلب کرلی تھی۔ کالی شرٹ والا وردہ کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ کسی اژدھے کے کھلے منہ کی طرح اس کی طرف بڑھے تھے۔

قمیص شلوار والے نے باری باری تینوں کے ہاتھ باندھے اور ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہونٹوں پر ٹیپ لگا دی۔

"دیر ہو رہی ہے ورنہ کچھ میں سے پیا سالوٹ کرتے۔" کالی شرٹ والا جاتے جاتے چھرا لہرائی انداز میں وردہ کے سامنے رکا اور وہ ناقابلِ برداشت حرکت کی جس نے وردہ کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیے۔

وہ نہ بول سکتی تھی نہ حرکت کرسکتی تھی۔

صرف اس کی مکروہ آواز سن سکتی تھی۔

وہ تینوں جس طرح آئے تھے، چلے گئے۔

اس سانحے کی خبر سب سے پہلے اسعد کو ہوئی جو جلدی لوٹ آیا تھا۔

شام کو بلال اور کلثوم تمام دوست احباب کو کارڈز دے کر لوٹے تب انہیں پتہ چلا کہ ان کے پیچھے کیا ہوا ہے۔ بلال اسی وقت اپنا سینہ پکڑ کر دوہرے ہوگئے۔

وردہ کی آنکھوں میں ٹھہری منجمد سی چپ نے ان کے اندیشے سے دھڑکتے دل کو یقین کی زبان دے دی اور وہ چپ چاپ وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔

کلثوم کے آنسو اندر ہی اندر خشک ہوگئے تھے۔ وہ ساکت و جامد قسمت کی اس ستم ظریفی پہ شکوہ کناں تھی۔ احساسات جیسے برف ہوگئے تھے اور آنکھوں میں زندگی کی رمق باقی نہ تھی۔

چالیسویں تک سب رشتہ دار تواتر سے آتے رہے۔

بلال پرائیویٹ فرم میں کام کرتے تھے اس لیے واجبات کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

کمپنی کے مالک مڈل ایسٹ میں تھے۔ مینیجر نے پرانی خدمات کے پیش نظر پندرہ ہزار روپے خود گھر آکر کلثوم کو دیے اور تعزیت کے دو حرف کہہ کر چلا گیا۔ اب کلثوم کے آگے ذمہ داریوں کا کوہ گراں تھا۔

حوریہ نے نوٹ کیا کہ اسعد بھائی نے مہینے بھر سے ان کے پورشن کا چکر نہیں لگایا ہے۔

عدت کا زمانہ کلثوم نے کسی نہ کسی طرح ان تینوں کے ہمراہ گزار لیا۔ تمام جمع جتھا ختم ہوچکا تھا۔ رؤف چچا اور خولہ چچی کے بدلے بدلے رویئے نے از خود بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ کہاں تو سب کو شادی کی جلدی پڑی تھی اب ایک سفاک سی خاموشی طاری تھی۔

❁ ❁ ❁

"امی! کہاں جارہی ہیں؟" وہ ذرا کی ذرا رکی اور پیچھے مڑے بغیر بولی۔

"رؤف بھائی اور تمہاری چچی کے پاس۔" پھر وہ آہستگی سے تمام سیڑھیاں اتر گئی۔

کلثوم اپنی باتوں کا ردعمل رؤف بھائی اور خولہ بھابھی کے چہرے پہ تلاش کررہی تھی۔

ایک تکلیف دہ سا سناٹا طاری تھا۔

"دیکھیں کلثوم بھابھی! میں اسعد سے بات کرکے آپ کو بتاؤں گی۔" آخر کار خولہ چچی نے اس خاموشی کو توڑا۔

"اسعد سے کیا بات کریں گی؟" وہ حیران ہوئی۔

"بھابھی! آپ نے مجھے سب کچھ کہنے پہ مجبور کردیا ہے، پھر حوصلے سے سنیں۔ اسعد نے وردہ سے شادی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" انھوں نے بڑی صفائی سے سچ اگل دیا۔ اس موقع پہ کلثوم نے بڑی مشکل سے اپنے حوصلوں کی گرتی دیوار کو سہارا دینے کی کوشش کی۔

"کیوں؟ اسعد نے شادی سے انکار کیوں کر دیا۔ اچانک اسے کیا ہو گیا ہے؟" کلثوم نے امید افزا نگاہوں سے رؤف صاحب کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گئے اور خوامخواہ جوتے کی نوک سے فرش کریدنے لگے۔

"اس نے ان مردودوں کے جانے کے بعد وردہ کو جس حال میں دیکھا اس کے بعد شادی کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے۔" خولہ نے بڑے آرام سے وہ پتھر سے الفاظ اس کی سماعتوں کی طرف لڑھکائے۔

"کس حال میں دیکھا اسعد نے اور پھر یہاں وردہ کا کیا قصور ہے، وہ آج بھی کل کی طرح ہے۔ اس کا دامن ہر طرح کی آلودگی سے پاک ہے۔ کیا ہوا اگر جو اس بدبخت نے غلاظت کے چند چھینٹے میری فرشتوں کی طرح معصوم وردہ پہ اڑانے کی کوشش کی ہم بڑے نقصان سے محفوظ رہے ہیں۔"

"بھابھی! یہ آپ کہہ رہی ہیں۔ ذرا گھر سے باہر لوگوں کی ڈنکے واروں کی زہر اگلتی زبانیں دیکھیں تو تب پتہ چلے۔ بھلا اسعد ایسی لڑکی سے کیسے شادی کر سکتا ہے۔"

ان کے لفظ لفظ میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔ رؤف صاحب اس دوران بڑے لاتعلق سے بنے چپ چاپ بیٹھے رہے۔ انھوں نے ایک بار بھی خولہ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ کلثوم چپ چاپ وہاں سے اٹھ آئی۔ پورے گھر میں موت کا سناٹا طاری تھا۔

وردہ کو بھی پتہ چل گیا کہ اسعد نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ صدمے سے اس کے اعصاب شل ہونے لگے۔

"میں اسعد سے پوچھوں گی ضرور۔" اس کی آنکھوں میں جنونی سی چمک تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ باہر نکل کر اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتی حوریہ اسے زبردستی اندر لے آئی۔

"بھلا اس کم ظرف، کم ہمت، فریبی انسان سے کیا پوچھیں گی؟ کیونکہ تمھیں تو مجھ سے محبت تھی، تم تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے اب تمھاری محبت کیا ہوئی؟ تو آپی حقیقت بڑی کڑوی ہے۔ خولہ چچی کو لڑکی کے ساتھ لمبا چوڑا جہیز بھی چاہیے تھا جس کی اب امید دور دور تک نظر نہیں آتی۔ سب کچھ لٹ گیا ہے اب ہمارے پاس کیا بچا ہے؟ امی نے رؤف چچا سے کہا کہ تمھاری اب بھی اگر خواہش ہے تو میں وردہ کو صرف تین کپڑوں میں رخصت کر سکتی ہوں اس سے زیادہ کی امید مت رکھیے گا تو پتہ ہے چچی نے کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے ساری زندگی محنت کر کے پیسے خرچ کر کے بیٹوں کو پڑھایا لکھایا ہے اب اپنی محنت کی وصولی کا وقت آیا ہے تو میں کیسے وردہ کو قبول کروں۔ اگر انہیں خونی رشتوں کا لحاظ اور عہد کی پاسداری ہوتی تو ہرگز یہ لفظ زبان سے نہ نکالتیں۔ ظاہر ہے چچا بھی ان کے ہمنوا ہیں ورنہ وہ مٹی کے مادھو بنے نہ بیٹھے رہتے۔ حقیقت کا سامنا کرنا سیکھیں ورنہ زندگی بڑی مشکل ہو جائے گی۔" سدا کی شوخ و شریر سی حوریہ اس وقت بڑی سمجھدار لگ رہی تھی۔

وردہ جلد تیوروں کے ساتھ سامنے دیوار کی طرف دیکھتی رہی۔

"پھر بھی اگر آپ چاہیں تو بے شک اسعد بھائی سے بات کر لیں۔" حوریہ نے بڑے رسان سے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ وردہ کی آنکھوں میں کرب سا چھلک رہا تھا۔

"کسی نے بھی پرانے تعلق کا لحاظ نہیں کیا تو آپ بھی دل پہ مت لیں۔" حوریہ نظر چراتے ہوئے بولی اور اسے وہیں چھوڑ کر باہر آ گئی۔

وردہ سوچے سمجھے بغیر میکانکی انداز میں اٹھی اور اسعد کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی وہ اندر ہی تھا اور ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ اطمینان تھا۔

بات بات پہ اس کے حسن کے قصیدے پڑھنے والا اسعد خاموش تھا۔ اس کے متناسب سراپے کی مدح

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سرائی کرنے والے لب ساکت تھے۔ وہ فریم میں جڑے منظر کی طرح دہلیز سے آگے اسعد کو دیکھے جارہی تھی۔ وہ ریموٹ سے ٹی وی آف کرکے خوامخواہ ترتیب سے پڑی کتابوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا تو وردہ آگے بڑھ آئی۔

"اسعد! آپ نے شادی سے انکار کیوں کیا ہے؟" حیرت انگیز طور پہ اس کا لہجہ پرسکون سا تھا حالانکہ جب وہ یہاں آئی تھی تو اس کی کیفیت طوفان کی زد میں آئے تنکے کی طرح ہو رہی تھی۔ اسعد کی بے نیازی دیکھ کر اس نے بہت جلد خود کو سمیٹا تھا اور یہ خوبی اس نے اس سے لی تھی۔

"میں کہنا تو نہیں چاہتا۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غزلیں پڑھنے والا اسعد اس کی طرف سے پیٹھ موڑے کھڑا تھا۔

"میں روایتی سا مرد ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں نے تمہارے دل کش سراپے سے محبت کی۔ ہر مرد کی طرح میری بھی یہی تمنا تھی کہ تمہیں چھونے والے پہلے ہاتھ میرے ہوں مگر افسوس میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی مجھ سے پہلے کسی اور نے ہی۔۔۔

تمہاری کیفیت، تمہاری دھواں دھواں پتھرائی آنکھیں اور تمہارا بے ترتیب لباس، سب چیخ چیخ کر گواہی دے رہے تھے کہ کسی غاصب کے ہاتھ تمہیں چھو چکے ہیں، اس سے آگے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔" وردہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ اسعد ہے۔ یہ الفاظ جو ہونٹوں سے ادا ہو رہے ہیں انہیں کہنے والا وہ خود ہے۔

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ کمال ضبط سے کام لیتے ہوئے اس نے الٹے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا۔

"وردہ! ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔" اسے واپسی کے لیے قدم موڑتے دیکھ کر وہ بولا۔ الفاظ کے برعکس لہجہ کسی قسم کے احساس شرمندگی سے عاری تھا۔ اب کلثوم، رعنا کی سسرال والوں کا ردعمل دیکھنا چاہتی تھی۔

حسب توقع ادھر سے بھی انکار ہو گیا۔ وہ بھی طلال خولہ بہو کو قبول کرنے پہ آمادہ نہیں تھے۔ حالانکہ فرحان نے بہت شور مچایا کہ شادی کروں گا تو رعنا سے ہی کروں گا۔ اس کے سوا کوئی اور لڑکی میری زندگی میں داخل نہیں ہوگی۔ مگر والدین کے آگے اس کی ایک نہ چلی۔ کہاں تو شادی کی تاریخ لینے کے لیے چکر پہ چکر لگائے جا رہے تھے اور کہاں اب منگنی کی انگوٹھی واپس کر دی گئی تھی۔

کاشف اور حوریہ کے رشتے کی دبی دبی جو سرگوشیاں تھیں وہ بھی دم توڑ چکی تھیں۔

ان کے پورشن میں کوئی بھولے بھٹکے۔۔۔ بھی آکر جھانکتا نہیں تھا۔ کلثوم ویسے بھی کسی کی قومیں آتی تھی۔ وہ خاندان سے باہر کی تھی اور پھر بلال سے محبت کی شادی کی تھی اس لیے عرصہ دراز تک سب کے عتاب کا نشانہ بھی وہی بنی تھی۔

اب بلال کے انتقال کے بعد خولہ نے اپنا کینہ اور نفرت چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ انہیں اس بات کی بہت خوشی تھی کہ اسعد نے خود ہی وردہ سے انکار کر دیا ہے کیونکہ جب سے سرینا کی فیاضیاں بڑھ گئی تھیں تب سے ان کی سوچ بھی بدل گئی تھی۔ رؤف صاحب کو ہمنوا بنانے میں انہیں دیر نہیں لگی تھی۔ وہ ویسے بھی خولہ کی نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔

❁ ❁ ❁

کلثوم کافی روز سے بیمار تھی۔

اسعد کی شادی کی خبر نے اسے ادھ موا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ رہ گئی وردہ تو وہ صرف کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ رعنا الگ ماں بہنوں سے نظر چرائے پھرتی تھی۔ حوریہ کو لگ رہا تھا وقت دور نہیں ہے جب اس گھر میں فاقے راج کریں گے۔ خونی رشتوں کی بے حسی تو اس نے دیکھ ہی لی تھی۔

چار روز پہلے چچا میاں آئے تھے اور تو جھے گھنٹے بیٹھ کر چلے گئے۔ انہوں نے ہمدردی کا ایک لفظ بھی نہیں کہا حالانکہ حوریہ کو توقع تھی کہ وہ ان کی حمایت کریں گے اور اپنے بھائی بھابھی کی زیادتی کی ضرور مذمت کریں گے۔ مگر۔

حوریہ کو خیر تنگئی زمانہ سے پہلا پہلا واسطہ پڑا تھا جو اس کی حد سے بڑھی حساسیت کے لیے کسی دھچکے سے کم نہیں تھا۔

❁ ❁ ❁

ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو۔

برابر والے پورشن میں شادی کا روایتی ہنگامہ شروع ہو چکا تھا۔

اسعد کے سسرالی، مہندی کی رسم کرنے آئے تھے۔ گانے بجانے اور قہقہوں کا ایک نہ رکنے والا طوفان تھا۔

ہم غلط تھے ہم نے مانا
تم بھی واپس لے لو طعنہ

وردہ ٹیرس پہ کھڑی نیچے کا پورا منظر دیکھ سکتی تھی۔ اس شوخ و شریر پیاری سی لڑکی کو بھی جو ڈھولک سے باقی لڑکیوں کو بھی مقابلہ جیتنے کی بار بار تلقین کر رہی تھی۔

اسعد لان کی مغربی دیوار کے ساتھ بنے آرائشی اسٹیج پہ بیٹھا ہوا تھا۔

ان سے نین ملا کے دیکھو
یہ دھوکہ بھی کھا کے دیکھو
دوری میں کیا بھید چھپا ہے
اس کا کھوج لگا کے دیکھو

اس لڑکی سے ایک لڑکے نے ڈھولک زبردستی لے لی اور اپنی بے سری آواز میں پوری قوت سے چیخا۔

ان سے نین ملا کے دیکھو
یہ دھوکہ بھی کھا کے دیکھو
ان کو مہندی لگا کے دیکھو
جیب ہلکی کروا کے دیکھو
دولہن بن کر جب آئیں!
میک اپ کے بعد نہ دھلوا کے دیکھو

اسعد کا ہنستا مسکراتا چہرہ بہت پرسکون اور مطمئن لگ رہا تھا۔ کرتے کرتا شلوار میں ملبوس وہ وردہ کو اپنی رسائی سے بہت دور محسوس ہوا۔ وہ ٹیرس پہ روشنی سے حتی الامکان بچتے ہوئے ایک طرف بالکل کونے میں کھڑی تھی۔

کلثوم، رعنا اور حوریہ تینوں نیچے تھیں۔

کلثوم نے وردہ کے احساسات کے پیش نظر اسے ساتھ چلنے کے لیے نہیں کہا البتہ حوریہ نے دو تین مرتبہ ضرور کہا کہ "آپی آپ بھی چلیں نا۔" وہ تینوں بھی خوشی سے نہیں جا رہی تھیں۔ کلثوم کا کہنا تھا کسی مقام پہ بھی اپنی انا کا سر نیچے نہ ہونے دینا، مبادا کہ تمہارے چچا چچی کہیں ہم اس لیے ان کی خوشی میں شریک نہیں ہوئے ہیں کہ مارے حسد کے جل بھن گئے ہیں۔ سو رعنا اور حوریہ خاموشی سے کوئی بحث کیے بغیر ان کے ساتھ ہو گئی تھیں۔

وردہ گھر میں اکیلی تھی۔ قطرہ قطرہ ہوتے دل کا کیا کرتی، جو خون ہوا جا رہا تھا۔ اندر کی گھٹن سے گھبرا کر ہی وہ ٹیرس پہ آئی تھی۔

شمائل سے رشتے کا چکر دو ماہ کے اندر اندر ہی چلا تھا۔ وہ لوگ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بھائی ابوظہبی میں جاب کر رہا تھا۔ دوسرا کسٹم میں تھا، تیسرے کا اپنا بزنس تھا۔ بہنیں اپنے اپنے گھروں کو سدھار گئی تھیں، صرف شمائل بچی تھی جو خولہ چچی اور غزل کو جی جان سے پسند آئی تھی۔ اسعد نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

اس لیے جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ والا حساب ہوا۔

وردہ کی آنکھوں میں رکا سیل رواں بہنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ اسعد کتنا خوش لگ رہا تھا۔ اس نے محبت کے کتنے لمبے لمبے ڈائیلاگ بولے تھے، کیسے کیسے وعدے نہ کیے تھے۔ کیا کیا منصوبے نہ بنائے تھے۔ وہ وردہ کو جان جہاں کہتا تھا۔ مختلف موقعوں پہ اس کے دیے گئے تحائف اس کی محبت اور جذبوں کو ظاہر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتے تھے۔ اس گھر میں ان کی محبت پروان چڑھی تھی اور اب اسی گھر میں رہنے بسنے کے لیے شائل آرہی تھی۔

کیا وہ اتنی بہادر ہے کہ اپنی نگاہوں کے سامنے شائل کو چلتا پھرتا ہنستا بولتا دیکھ سکے؟۔

"نہیں میں تو بہت کم ہمت اور بزدل ہوں۔" اپنی صفائی میں وہ کسی کے سامنے ایک لفظ تک نہ کہہ سکی۔ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی تردید تک نہ کر سکی۔ بلکہ انہیں تو ورده کے پاکدامن ہونے پہ بھی شبہ تھا۔

کیا وہ اسعد کی بے وفائی کے بعد جی سکے گی؟۔ سر اٹھا کر پہلے کی طرح دوسروں کے ساتھ اعتماد سے بات چیت کر سکے گی؟ اس کے سامنے ان گنت سوالات تھے۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ وہ ٹیرس سے اتر آئی۔ حوریہ' رعنا اور امی کے آنے پہ وہ سوتی بن گئی۔ رعنا تو آتے ہی بستر پہ لیٹ گئی۔ حوریہ کپڑے بدلنے کے ساتھ ساتھ باآواز بلند بڑبڑا بھی رہی تھی۔

"کتنی نمائشی ہیں شائل صاحبہ کی والدہ اور بہن ہر چیز کی بڑھ بڑھ کر قیمت بتا رہی تھیں اور کھانے میں کتنے کیڑے نکالے کہ حد نہیں اور اسعد بھائی کیسے اپنی ساس صاحبہ اور سالی کی منتیں کر رہے تھے پلیز کھانا کھا کر جائیے گا۔ کیسے بچھے جا رہے تھے ان کے سامنے ابھی سے یہ حال ہے بعد میں کیا ہوگا۔ لگتا ہے شائل صاحبہ خوب دھاک بٹھائیں گی اپنی۔۔۔" حوریہ نہایت کبیدہ خاطر نظر آرہی تھی۔

"اگر امی کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی نہ جاتی۔ بارات میں تو میں نہیں جاؤں گی' چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔ ہم کیوں ان کی خوشیوں میں شریک ہوں جب انہیں ہمارے غموں کی پروا نہیں ہے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ تم کیا کھا رہے ہو' کیا پہن رہے ہو۔ کیسے زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہے ہو۔ جی چاہتا ہے قطار میں سب کو کھڑا کر کے گولی سے اڑا دوں اور پھر۔۔۔۔"

"حوریہ! خاموش ہو جاؤ۔" اس کا باقی کا جملہ ادھورا رہ گیا' کیونکہ کلثوم دروازے پہ کھڑی قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم اتنی بدتہذیب کب سے ہو گئی ہو۔ میں نے تو تمہیں بدتمیزی کا سبق کبھی نہیں پڑھایا۔ تمہاری زبان کیوں کھل گئی ہے۔ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے خیالات کا یوں برملا اظہار کرتی پھرو۔" اس نے حوریہ کو بری طرح جھڑکا اور دروازہ بند کر کے سو جانے کا حکم دے کر وہیں سے لوٹ گئی۔ حوریہ کو بہت غصہ آیا۔

ہم تو بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

بستر پہ لیٹتے ہوئے اس کی نگاہ ورده کے سرہانے کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سفید چادر سر تا پا اوڑھے ہوئے تھی مگر چادر میں اس کا لرزتا کانپتا وجود بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھا۔

"آپ کے آنسو بہت قیمتی اور انمول ہیں۔ انہیں بے دردی سے اسعد بھائی جیسے کم ظرف شخص کے لیے مت لٹائیں۔ وہ آپ کے انمول جذبے کے قابل ہی نہیں تھے۔" مگر یہ سب کچھ ورده کے سامنے کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔

نیچے سے چکاروں کی آوازیں ابھی تک آرہی تھیں۔

"کیا ان خوشیوں' مسکراہٹوں پہ ورده آپی کا کوئی حق نہیں تھا۔" وہ بھرے سوالوں جوابوں کے بھنور میں ابھر اور ڈوب رہی تھی۔

اس گھر میں چار عورتیں تھیں اور چاروں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھیں۔

❁ ❁ ❁

نازش زبردستی ورده کو نیچے لے کر آئی تھی۔

اسعد کی دلہن آچکی تھی۔

مہنگے زیورات اور زرق برق عروسی جوڑے میں ملبوس کسی مہنگے پارلر سے سجی بچی وہ دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی۔

ورده نے اسے حسرت سے دیکھا۔ اس کے کٹاؤ دار ہونٹوں کا خم' اس کی راج ہنس کی مانند لمبی سفید گردن میں لپٹا جڑاؤ گلوبند اس کی کلائیوں میں سجی چوڑیاں' اس کی لمبی پلکوں والی شربتی آنکھیں اور پھر اسعد کی بار بار بھٹکتی نگاہیں سب یہی باور کرا رہی تھیں کہ یقیناً شائل ہی وہ لڑکی ہے جسے پہلی بار چھو کر اسعد کے دل میں کوئی شرمندگی' پچھتاوا اور احساسِ زیاں نہیں ہوگا۔

وہ غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹتے ہٹتے وہاں سے چلی آئی۔ الماری میں اسعد کے دیئے گئے تمام تحفے کارڈز' سوکھے پھول' ڈائریاں اور دوسری چیزیں اس نے ابھی تک سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے سب چیزوں باہر نکالا اور ایک ایک کر کے اسعد کی دی گئی ساری نشانیاں اس نے ایک جنون کے عالم میں تباہ کر دیں۔

"جب تم میری قسمت میں نہیں تو تمہاری یادگاریں کس لیے سنبھالتی پھروں۔" کرسٹل کا نازک سا تاج محل زمین بوس ہو چکا تھا۔

حوریہ نے دوسرے کمرے کی کھڑکی سے سب کچھ دیکھا مگر اندر نہیں آئی۔ اچھا تھا کہ ورده خود کو سنبھال لے۔

❁ ❁ ❁

بلال کی موت کے بعد آج کلثوم پہلی بار آئینے کے روبرو تھی۔ فیس پاؤڈر لگانے کے بعد اس نے لپ اسٹک ہونٹوں پہ اچھی طرح جمائی وہ اچھے طریقے سے ڈریس اپ ہو کر باہر آئی تو سب سے پہلے رعنا نے حیرت سے دیکھا پھر حیرت کی جگہ افسوس نے لے لی۔

"میں تمہارے ابو کے آفس جا رہی ہوں تم سب کو فاقوں سے مرتا دیکھنا میرے بس سے باہر ہے۔" کلثوم کا لہجہ بے تاثر سا تھا۔

رعنا' ورده کے انتظار میں تھی جو نہا رہی تھی۔ حوریہ ابھی تک سو رہی تھی۔ ورده کے باتھ روم سے نکلتے ہی رعنا نے اسے یہ خبر سنائی۔

باپ کے مرنے پہ ان تینوں بہنوں نے ماں کو روتے نہیں دیکھا تھا' نہ حالات کا شکوہ اس کے لبوں پہ آیا۔ ورده کا رشتہ ٹوٹا' رعنا کے سسرال والوں کی طرف سے انکار ہوا پھر بڑے چچا جو عرف عام میں چچا میاں کہلاتے تھے انہوں نے بھی کاشف کے سلسلے میں چپ سادھ لی تھی۔

ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے کلثوم کی زبان سے کسی کی برائی نہیں سنی۔ نہ اس نے کسی سے لڑائی کی حالانکہ بیٹیوں کا معاملہ اتنا نازک ہوتا ہے کہ اچھے بھلے کمزور اور شریف لوگ بھی منہ کھولنے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔

اب پتا نہیں کلثوم کا حوصلہ زیادہ تھا یا ظرف۔

کچھ ہی دیر کے بعد سارے بڑے مع شرجیل' اسعد اور تہمین بھی ان کے گھر آگئے۔

رؤف چچا نے کڑکتے لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری ماں کہاں گئی ہے؟"

کلثوم اسی وقت واپس لوٹی تھی' اس نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں سوال کے بدلے میں سوال کیا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"بہت خوب بھابھی صاحبہ! ہم کون ہوتے ہیں؟۔" بڑے چچا میاں کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"آپ بتائیں نا' آپ کون ہیں۔ ہمارے گھر فاقوں کی نوبت آنے والی ہے' کسی نے آکر نہیں پوچھا۔ اگر آپ واقعی بلال کے کچھ ہوتے تو آکر یہ سوال نہ کرتے۔ میں بلال کے آفس گئی تھی نوکری کی تلاش میں۔"

"اب تم نوکری کرو گی؟۔"

"جی ہاں' ہر طرف سے مجبور ہونے کے بعد میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ مجھے بیٹیوں کی شادی کرنی ہے۔ پیٹ کا ایندھن بھرنا ہے۔ کون ان کے سر پہ ہاتھ رکھے گا۔"

"مگر تم نوکری کرو گی؟ ہمارے خاندان کے لیے یہ بڑی بے عزتی کی بات ہے۔" چچا میاں کے لہجے میں اب تیزی نہیں تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہم مر جائیں، میری بیٹیاں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جائیں، کوئی انہیں اپنائیت کا احساس دلانے والا نہ ہو، یہ بے غرضی نہیں ہے؟۔"

"مگر لوگ کیا کہیں گے۔ ہم کیسے دنیا والوں کا سامنا کریں گے؟۔"

"اگر آپ میری بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیتے تو میں کبھی بھی گھر سے باہر قدم نہ نکالتی۔ اب یہ میری ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔ میں کوئی ڈاکے تو نہیں ماروں گی، محنت کروں گی۔" کلثوم کا لہجہ بہت سرد اور سخت تھا۔ وہ سب ایک دوسرے سے نگاہیں چرانے لگے اور ایک ایک کر کے اٹھ گئے۔ کلثوم نے ان کے جانے کے بعد منہ ہاتھ دھویا، کپڑے تبدیل کیے اور ان تینوں بہنوں کو اپنے پاس بٹھایا۔

"میں آج تمہارے ابو کے آفس گئی تھی۔ سلیم گیلانی جو کمپنی کے مالک ہیں، کل ہی باہر سے لوٹے ہیں۔ میں نے انہیں تمام حالات بتائے اور تمہارے ابو کی خدمات کا حوالہ دیا۔ سلیم صاحب بہت رحمدل اور نیک فطرت کے مالک ہیں۔ فی الحال انہوں نے مجھے ٹیلی فون آپریٹر کی جاب آفر کی ہے۔ پرانی آپریٹر کی شادی ہونے والی ہے، وہ آفس چھوڑ جائے گی۔ ابھی کچھ دن میں کام سیکھوں گی۔ سلیم صاحب نے کہا ہے کہ فی الحال مجھے پانچ ہزار ملا کریں گے، بعد میں جب میں کام سیکھ لوں گی تو تنخواہ زیادہ کر دی جائے گی اور پک اینڈ ڈراپ کی سہولت بھی ہو گی۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔

"مگر امی! آپ کیوں محنت کریں، ہم تینوں تعلیم یافتہ ہیں۔ وردہ آپی کو کسی اسکول میں نوکری مل سکتی ہے، رعنا آپی نے بی اے کر رکھا ہے، ان کی جگہ بھی کہیں نہ کہیں نکل آئے گی اور امتحانات کے بعد میں بھی اخبار جوائن کر لوں گی، بلکہ روزنامہ سچائی کے ایڈیٹر نے کہہ رکھا ہے، میں فیچر رائٹر کے طور پر اب بھی کام کر سکتی ہوں کیونکہ اخبار میری دوست امبر کے والد کا ہے، آپ کیوں نوکری کی بھیک مانگنے جائیں۔" حوریہ کا لہجہ جذباتی اور پرجوش تھا۔

"تمہارے ابو اگر ہوتے تو کیا تمہیں نوکری کرتا دیکھ کر خوش ہوتے؟۔ تمہارے کومل سے چہرے نوکری کی شدت اور مسائل کی دھوپ کو برداشت کر سکیں گے؟ اور کیا خود مجھے اچھا لگے گا؟ آئندہ بھول کر بھی نوکری کا نہ سوچنا۔ تم اپنی تعلیم پہ توجہ دو۔ تمہاری چھ ماہ کی فیس بھی جمع کروانا ہے، اس کا انتظام بھی کرنا ہو گا۔ میری زندگی کا نصب العین ہی یہی ہے کہ تم تینوں جلد از جلد اپنے گھروں کی ہو جاؤ۔"

"آپ ہماری شادی کی فکر میں خود کو بیمار کریں گی، شادی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ بہت سی لڑکیاں شادی نہیں کرتیں تو کوئی قیامت تو نہیں آ جاتی۔" وردہ تھی۔ ہمیشہ کی نرم زبان، دھیمے لہجے والی وردہ اس وقت بہت تلخ ہو رہی تھی۔ کلثوم نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا، پھر رعنا اور حوریہ کی طرف رخ موڑ لیا۔

"شادی کے بعد عورت محفوظ ہو جاتی ہے، اسے ایک مرد کا سہارا حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک گھر ہوتا ہے، اس کی زندگی مکمل ہو جاتی ہے۔" کلثوم رسانیت سے بولی تو وردہ "ہونہہ" کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

* * *

یہ ایس ایم برادرز والوں کا شاندار دفتر تھا۔ سلیم گیلانی نے بیل بجا کر کلثوم کو طلب کیا۔

وہ سر پہ دوپٹہ درست کرتی لکڑی کا بھاری دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ شاندار سی ساگوان کی لکڑی کی میز کے دوسری طرف ریوالونگ چیئر پہ سلیم گیلانی ایک فائل پہ جھکے ہوئے تھے۔ کمرے میں اے سی کی خنکی بڑی بھلی محسوس ہو رہی تھی۔

"سر! آپ نے بلوایا ہے؟۔" وہ خشک نگاہوں سے سلیم گیلانی کے بارعب سراپے کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں، بیٹھ جائیں آپ۔ آپ کو اس لیے بلوایا ہے کہ میں نے آج سے آپ کی جاب پکی کر دی ہے، آپ کی تنخواہ اب آٹھ ہزار ہو گئی ہے۔" اپنی دانست میں وہ اسے خوشخبری سنا کر اب اس کے تاثرات جانچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کلثوم نے بمشکل

آنسوؤں کا نوالہ حلق سے اتارا اور نارمل ہوئی۔

"تھینک یو سر!" وہ یہی کہہ سکی۔

"اس میں ممنون ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ میں تو سوچ رہا ہوں کہ آپ کو بطور سیکریٹری اپائنٹمنٹ کر لوں کیونکہ آپ کی انگریزی بہت اچھی ہے، کہاں سے پڑھا ہے آپ نے؟۔"

"سر! میری شادی بہت کم عمری میں ہوئی تھی۔ شادی کے بعد میں نے گریجویشن کیا۔ اس سے پہلے میں نے اے لیول کیا تھا۔" کلثوم نے بتایا۔ اسی دوران سلیم گیلانی نے چپراسی کو دو کپ کافی لانے کو کہا۔

چپراسی نے کچھ دیر بعد ٹرے لا کر سامنے ٹیبل پہ رکھی۔ ایک کپ خود اٹھا کر سلیم صاحب نے دوسرے کپ کی طرف اشارہ کیا تو کلثوم نے لے لیا اور ہلکے ہلکے سپ لینے لگی۔

"آپ کی تین بیٹیاں ہیں؟۔" سلیم صاحب بڑے بے تکلف موڈ میں نظر آ رہے تھے۔

"جی ہاں۔"

"کیا پڑھ رہی ہیں؟"

"نہیں سر! بڑی دونوں تو تعلیم مکمل کر کے گھر میں ہوتی ہیں، چھوٹی بیٹی آنرز کر رہی ہے۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"میرا تو خیال تھا کہ آپ کی بیٹیاں چھوٹی ہوں گی، کیونکہ آپ خود اتنی ینگ لگتی ہیں۔" نہ جانے یہ تعریف تھی یا کچھ اور۔

"سر! اب میں جاؤں؟۔"

"جی۔" وہ دوبارہ فائل میں مگن ہو گئے تھے۔ کام اتنا مشکل تو نہیں مگر توجہ طلب ضرور تھا۔ نو سے پانچ بجے تک آفس ٹائم تھا۔ چھ بجے تک وہ گھر پہنچ جاتی تھی۔ وردہ، رعنا اور حوریہ تینوں ماں کے انتظار میں ہوتیں۔ ان کے آنے کے بعد ہی چائے پی جاتی تھی۔

* * *

خاندان بھر میں کلثوم کی نوکری کے بعد افواہوں کا تناسب بڑھ رہا تھا مگر وہ کسی بات کو بھی خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔

صبح جب وہ تیار ہو کر آفس کے لیے نکلتی تو دونوں بھابھیاں اپنے تمام کام ادھورے چھوڑ کر اسے دیکھنے کھڑی ہو جاتیں۔

"بے حیائی ہے، بے حیائی۔ کیا زمانہ آ گیا ہے، بلال بھائی کے مرنے کے بعد کلثوم کتنے دھڑلے سے میک اپ کر کے نکلتی ہے۔"

"ہاں خولہ بھابھی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کلثوم نے شوہر کی موت پہ ایک آنسو تک نہیں بہایا۔ حالانکہ اپنی مرضی سے ماں باپ کی مخالفت مول لے کر بلال سے شادی کی تھی۔ کیا ہوئی اب وہ محبت۔ مجھے یقین ہے کلثوم نے آفس میں ہی کوئی اور ڈھونڈ لیا ہو گا، تب ہی تو اتنا بن ٹھن کر جاتی ہے۔ ترس کھا کر کوئی یونہی تو نوکری نہیں دے دیتا۔ پھر کلثوم کو کس بات کا تجربہ ہے جو اسے جھٹ پٹ نوکری دے دی گئی ہے۔" یہ حمیرا بھابھی کے جملے تھے۔

"کلثوم کو کسی اور کام کا تجربہ ہو نہ ہو، ادائیں دکھانے کا تجربہ ضرور ہے۔ اداؤں سے گھائل ہو کر ہی تو بلال مرتا تھا۔ بیٹیاں بھی ہو بہو ماں کے نقش قدم پہ چل رہی ہیں۔ وردہ نے تو بڑی کوشش کی اسعد کو پھانسنے کی۔ مگر شکر ہے میرا بیٹا وقت پہ ہوش میں آ گیا۔"

"ہاں خولہ بہن! ٹھیک کہتی ہو۔ شکر ہے میں اپنے کاشف کا رشتہ لے کر نہیں چلی گئی۔" حمیرا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

اسعد اپنی نئی نویلی دولہن کی ناز برداری میں مگن تھا۔ شادی کو ڈھائی ماہ سے زائد ہو چکا تھا۔ شمائل ابھی تک گھومنے پھرنے کے موڈ میں تھی۔ جوں ہی اسعد آفس سے لوٹتا وہ بج سنور کر تیار بیٹھی ہوتی۔ دونوں تھوڑی دیر بعد گھومنے پھرنے نکل جاتے۔ شمائل اپنے میکے میں بڑی لاڈلی تھی۔ سب بھائی بہنوں سے چھوٹی تھی، اس لیے تنک مزاج بھی تھی اور منہ زور بھی۔ وردہ اور اسعد کا سابقہ رشتہ کسی مصلحت کے تحت اس سے پوشیدہ رکھا گیا تھا، ورنہ شاید شمائل اسعد کا جینا اجیرن

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتی کیونکہ ذرا ذرا سی بات کو بنیاد بنا کر وہ اسعد سے روٹھ جاتی اور لڑنا شروع کر دیتی۔ وردہ 'اسعد کی شادی کے بعد ان کے پورشن میں نہیں گئی تھی۔ البتہ شائل کئی بار ادھر آچکی تھی۔

وردہ کو چند ملاقاتوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ شائل بہت بے تکلف مزاج کی مالک وہمی سی 'خود کو بہت اونچی شے سمجھنے والی لڑکی ہے۔

حوریہ نے تو پرانی رنجش کے تحت شائل کو زیادہ لفٹ نہیں کروائی 'البتہ وردہ اور رعنا خوش اخلاقی سے پیش آتی تھیں۔ کلثوم کا انداز بھی محبت بھرا ہوتا۔ خود شائل کو یہ لوگ بہت اچھی لگی تھیں۔ وہ شاذ و نادر ہی کسی کی تعریف کرتی تھی مگر ان سب کے لیے کئی بار متاثر کن جملے اس کے لبوں سے ادا ہوئے۔

"وردہ شامی کباب اور بریانی کتنی اچھی بناتی ہے۔"

"حوریہ کتنی ذہین ہے' رعنا سادگی میں بھی کتنی اچھی لگتی ہے اور آنٹی کلثوم کتنی ینگ اور اسمارٹ لگتی ہیں۔" یہ اور اس نوع کی کتنی باتیں تھیں جو وہ وقتاً فوقتاً اسعد کے آگے بھی دہراتی تو وہ نگاہیں چرا لیتا۔

* * *

ڈور بیل تواتر سے بج رہی تھی۔ وردہ نے ریلنگ سے جھک کر نیچے دیکھا۔ گیٹ پہ کریم کلر کی شیراڈ کی جھلک نظر آئی۔ گھر میں صرف رعنا اور وردہ تھیں۔ خولہ اور حمیرا بازار گئی ہوئی تھیں۔ شائل اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی اور بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

رعنا رولی پکا رہی تھی۔ اس کا نیچے جا کر گیٹ کھولنے کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ رعنا کے کہنے پہ اسے یہ ناگوار کام سر انجام دینا ہی پڑا۔ اس نے جھٹکے سے گیٹ کا لاک کھولا تو کالی شرٹ اور پتلون میں ملبوس نوجوان منتظر نگاہوں سے اندر کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے دروازہ کھلا تو۔ ورنہ مجھے تو شک ہو چلا تھا کہ شاید یہاں رہنے بسنے والے بہرے ہیں۔" نو وارد نے بڑے آرام سے لطیف انداز میں چوٹ کی تو وہ نظر انداز کر گئی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟ اس وقت کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ نے ناحق آنے کی زحمت کی۔" ایک ہی سانس میں بول گئی۔ لہجے میں خود بخودی کی بھی در آئی تھی۔ وردہ کو احساس ہوا کہ وہ نوجوان اسے بڑے غور سے دیکھ رہا ہے تو وہ جھینپ سی گئی۔

"میں انصر رحمن ہوں' شائل کا پھوپھی زاد بھائی۔ اصل میں امی نے مجھے بھیجا تھا کہ شائل کو عقیقہ کا دعوت نامہ دے آؤں۔" اس نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وضاحت کی تو وردہ یہ کہتے ہوئے وہیں سے مڑ گئی کہ "شائل اپنے کمرے میں ہے۔"

وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ شائل کے پھوپھی زاد سے اس کا خوش اخلاقی برتنے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ انصر حیران سا کھلے گیٹ سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ خولہ اور حمیرا اسی وقت ٹیکسی سے اتریں۔ دونوں اسے اچھی طرح جانتی تھیں۔

"بیٹا! یہاں باہر کیوں کھڑے ہو۔" سلام دعا کے بعد وہ حسب عادت بولیں تو انصر کا جی چاہا کہ کہہ دے۔

"آپ کے یہاں مہمانوں کو گیٹ سے ہی نمٹا دیا جاتا ہے۔" پھر جس طرح وہ بد مزاج حسینہ تیز رفتاری سے سیڑھیاں چڑھ کر گئی تھی' جیسے وہ اندر آیا تو اسے چائے پانی کا پوچھنا پڑ جائے گا۔ انصر صرف سوچ ہی سکا۔

دونوں خواتین کی ہمراہی میں وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھا تو اسی وقت شائل کو جگایا گیا۔ انصر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ انصر نے حمیرا کے ساتھ کلثوم کا بھی دعوت نامہ دیا۔

اس کی امی نے اسے تین کارڈ دیے تھے کہ شائل کی سسرال میں الگ الگ تینوں گھروں کو دینے ہیں۔ انصر کے بڑے بھائی کے بیٹے شافی کا عقیقہ تھا اسی سلسلے میں وہ شائل کی سسرال آیا تھا۔

"پلیز آپ سب آیئے گا' امی نے بطور خاص تاکید کی تھی۔" جب وہ واپسی کے لیے اٹھا تو ایک بار پھر یاد دہانی کروائی۔ حمیرا کو اس کی سعادت مندی پہ بڑا پیار آیا۔

"کتنا خوش اخلاق لڑکا ہے۔"

"ہاں سلجھے ہوئے خاندانی لوگوں کی اولاد ہے۔" خولہ نے حمیرا کی تائید کی۔

اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک دونوں خواتین کے درمیان وہ موضوع گفتگو بنا رہا۔ انصر کا دل چاہ رہا تھا کہ شائل سے اس گیٹ کھولنے والی لڑکی کے بارے میں پوچھے۔ مگر حمیرا اور خولہ کی موجودگی کی وجہ سے وہ خاموش رہا۔

"رہتی تو اسی گھر میں ہے مسٹر انصر رحمن! آخر تم کیوں اس کے بارے میں سوچ رہے ہو۔" اس نے دل میں خود کو ملامت کی اور پوری توجہ سامنے نظر آنے والی سیاہ تارکول کی سڑک کی طرف مرکوز کر دی۔

شائل' انصر کے جانے کے بعد کلثوم کی طرف آئی۔ رعنا اور وردہ ابھی ابھی کھانا کھا کر فارغ ہوئی تھیں۔

"ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو یا مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ شاید آپ کے تعلقات دونوں گھرانوں کے ساتھ کشیدہ ہیں۔" شائل اتنے دنوں سے جو کچھ محسوس کر رہی تھی' آج اس کا برملا اظہار کر دیا تو وردہ اپنی جگہ چور سی بن گئی۔

"نہیں نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں ہم شروع سے ہی اوپر رہتے آئے ہیں۔ بار بار سیڑھیاں اترنے چڑھنے کی عادت نہیں ہے نا۔" وردہ کا لہجہ قطعی بودا اور بے وزن سا تھا' پر یہ بھی غنیمت تھا شائل نے زیادہ دھیان نہیں دیا۔

"اچھا میں یہ دعوت نامہ دینے آئی تھی۔ انصر کو دیر ہو رہی تھی' ورنہ خود آ کر دیتا۔ میرے کزن کے بیٹے کا عقیقہ ہے' آپ سب کا بھی بلاوا آیا ہے۔ وردہ! تم ضرور چلنا۔" شائل بڑے خلوص سے بولی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"امی آئیں تو دیکھتے ہیں' وہ کیا کہتی ہیں۔" رعنا بولی تو شائل مصنوعی غصے سے اسے گھورنے لگی۔

"آنٹی سے میں خود بات کر لوں گی' خبردار کوئی انکار نہیں چلے گا۔" وہ ضدی لہجے میں بولی تو رعنا شرمندہ سی ہو گئی۔

"میں اب چلتی ہوں' آنٹی آئیں گی تو میں پھر یاد دہانی کروانے آؤں گی۔" رعنا اور وردہ اس کے جانے کے بعد اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئیں۔

* * *

رعنا کی بات سن کر کلثوم کافی دیر چپ رہی۔ شائل کے کزن کی طرف سے دعوت نامہ آنے کے بعد وہاں جانے یا نہ جانے کا مسئلہ بڑا غور طلب تھا۔ پھر جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

"تم دونوں بہنیں چلی جانا' میری آفس کولیگ کی اپنی گاڑی ہے' تمہیں چھوڑ آئے گی۔ میں تو نہیں جا سکتی' چھٹی کرنا مشکل ہے کیونکہ کام بہت زیادہ ہے۔ اگر شائل کا نام بیچ میں نہ آتا تو میں تمہیں کبھی بھی جانے نہ دیتی کیونکہ وردہ کی وجہ سے' مگر اب بہتری اسی میں ہے کہ سب کچھ فراموش کر دیا جائے کیونکہ تکلیف دہ یادوں کو بھول جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے قدرت کی مشیت یہی ہو۔ جب اللہ ہم سے کوئی ہماری پسندیدہ چیز لے لیتا ہے تو بدلے میں اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے' ابھی تمہیں میری بات سمجھ میں نہ آئے' چند برس گزرنے کے بعد تم اس بات کو جان سکو گی۔" وردہ کو شرمندگی سی ہوئی۔ کلثوم ماں تھی' تب ہی تو اس کے دل کی کیفیت سے آگاہ تھی۔

"وردہ! میرا مشورہ یہی ہے کہ اسعد سے وابستہ ہر یاد کو کھرچ دو' بھول جاؤ اسے۔" ایک بار پھر اس پہ گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"امی! میں عقیقہ میں نہیں جاؤں گی۔"

"یہ میرا حکم سمجھ لو یا درخواست کہ تم ضرور جاؤ گی۔ تم دنیا کو باتیں بنانے کا موقع مت دو۔ تم سب کو بتا دو کہ تم کسی سے حسد نہیں کرتیں۔ وسیع ظرف کی مالک ہو۔" کلثوم کا انداز ناصحانہ تھا۔

وردہ ہار مان گئی۔ "اچھا! جیسے آپ کی مرضی۔" اب

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی بار اس کا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔
رعنا تو کلثوم کی کسی بات سے کبھی انکار نہیں کرتی تھی، سو اسی وقت اپنے کپڑے استری کرنے لگی۔
شمائل دو بار اور آکر پوچھ چکی تھی کہ کب تک تیار ہو جاؤ گی۔ لیکن کلثوم نے اسے سہولت سے انکار کر دیا۔
"مگر آنٹی! میں اور اسعد ہی گاڑی میں ہوں گے، وہاں دو تین افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہے پھر آپ کیوں غیریت برت رہی ہیں۔" شمائل نے ناراضی سے کہا۔
"نہیں بیٹی! ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں اسمعہ کو کل ہی وردہ اور رعنا کو لے جانے کے لیے کہہ چکی تھی، اب اگر عین وقت پہ انکار کر دوں تو اسے کتنا برا لگے گا۔"
"اچھا ٹھیک ہے، آتے ہوئے یہ ہمارے ساتھ آئیں گی۔" اس نے پھر انہیں مشکل میں ڈال دیا۔ ناچار وہ سر ہلا کر رہ گئیں۔
وردہ تو ایک بالکل اجنبی گھر اور لوگوں کے درمیان خود کو بہت نروس محسوس کر رہی تھی۔ رعنا کی بھی ایسی ہی کیفیت تھی۔
شمائل ان دونوں کو انمر اور فخری امی کے پاس لے آئی۔ سفید ساڑھی میں ملبوس ہنس مکھ سی خاتون رعنا کو بہت اچھی لگیں۔
"پھوپھو! یہ وردہ اور رعنا ہیں، میری نندیں سمجھ لیں مگر مجھے یہ بہنوں کی طرح لگتی ہیں۔"
"رعنا بیٹی کو تو میں نے تمہاری شادی والے دن دیکھا تھا مگر وردہ بیٹی سے میں پہلی بار مل رہی ہوں۔ ماشاءاللہ بڑی پیاری بچیاں ہیں۔" وہ دونوں سے باری باری گلے ملیں اور پھر کلثوم کا مختصراً حال احوال پوچھ کر دیگر ملنے جلنے والوں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
رعنا اور وردہ شمائل کے ساتھ ہی ایک صوفے پہ بیٹھ گئیں، تب ہی انمر ڈیڑھ سالہ شالی کو گود میں اچھالتا اندر چلا آیا۔
"شالا! آج تو بڑے بڑے مہمان آئے ہیں۔" انمر کی آنکھوں میں اپنائیت کے بہت سے رنگ بیک وقت اترے تھے۔
"ادھر میرے پاس بیٹھو، ذرا تمہاری خبر تو لوں۔ اس دن بغیر کھانا کھائے اٹھ آئے، میں سخت ناراض ہوں تم سے۔" شمائل نے بڑی بے تکلفی سے اس کا بازو اپنی طرف کھینچا تو وہ شالی کو گود سے اتار کر اس کے پاس تک گیا۔
"پہلے مہمانوں کا تعارف تو کراؤ۔" وہ کن انکھیوں سے وردہ کی طرف اشارہ کر کے بولا تو شمائل اس کی شرارت بھانپ گئی۔
"یہ وردہ ہے اور یہ رعنا۔ دونوں بہنیں ہیں اور اسعد کی کزنز ہیں۔ بس یا کچھ اور۔"
"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے اور پلیز۔ آپ دونوں ایزی ہو کر بیٹھیں، اپنا گھر ہی سمجھیں۔" اس کا روئے سخن وردہ کی طرف تھا۔ وہ اس کی نظروں سے الجھن سی محسوس کرنے لگی تھی، اس لیے رعنا کی اوٹ میں ہو گئی مگر وہ کرسی اٹھا کر اس کے سامنے براجمان ہو گیا۔
"مس وردہ اور رعنا! آپ کے کیا مشاغل ہیں؟"
"کچھ بھی نہیں۔ بس گھر پہ ہی ہوتی ہوں۔" ... کے بجائے رعنا ہی بولی۔
"مس وردہ! آپ شاید بولنے کے معاملے میں بہت کنجوس ہیں۔" وہ مسکراہٹ لبوں میں دبا کر سنجیدگی سے بولا تو شمائل کو وردہ کی گھبراہٹ پہ ہنسی آ گئی۔
"تم کیوں تنگ کر رہے ہو اسے؟"
"یہ الزام ہے مجھ پہ، سراسر الزام، میں اسے نہیں مانتا۔" وہ احتجاج کرنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد کمرے میں کچھ اور مہمان لڑکیاں آئیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا، تب کہیں جا کر وردہ کی جان چھوٹی۔
مگر جب کھانا لگا تو وہ پھر اس کے پاس آ گیا۔
"یہ بریانی اور کباب بھی لیں نا، آپ کی پلیٹ تو بالکل خالی ہے۔ صرف سلاد کھا کر جائیں گی۔" انمر نے خود اس کی پلیٹ کنارے تک بھر دی، وردہ نہ کرتی رہ گئی۔

"جائیں، جان بنائیں۔ ذرا دوسری خواتین کی ہیلتھوں کی طرف دیکھیں۔" وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔
"ہم آپ کی طرح بے مروت نہیں ہیں کہ مہمان کو خالی خولی ٹہلا دیں 'ہوا پانی' پہ۔" وہ مزے سے اس روز والی بات یاد دلا گیا تو وردہ دعا کرنے لگی کہ جلد از جلد اس آفت سے جان چھوٹے۔
اسعد تو شمائل کو وہاں چھوڑ کر کچھ دیر بعد ہی اٹھ آیا تھا۔ اسے ایک دوست کو دیکھنے جانا تھا جو ایک سیریس ایکسیڈنٹ کے بعد ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھا۔ گاڑی بھی وہ لے گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے شمائل کو فون کر کے کہا تھا کہ وہ یہاں سے کسی کو ساتھ لے کر گھر چلی جائے۔ وہ فی الحال ہاسپٹل میں ہی رہے گا۔
شمائل نے انمر سے کہا۔ "انہیں چھوڑ آؤ۔" تو وہ دل و جان سے راضی ہو گیا۔
"چلو وردہ اور رعنا! پھوپھو سے مل کر آتے ہیں۔" وہ خواتین کے جھرمٹ میں گھری روزینہ پھوپھو کی طرف بڑھ گئی۔ وہ خود انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئیں۔ وردہ نے اب چادر اوڑھ لی تھی، جس نے سر سے لے کر پاؤں تک اس کے متناسب سراپے کو ڈھانپ لیا تھا۔ انمر کو اس کے چادر اوڑھنے کا انداز بہت پسند آیا۔ وہ پچھلی طرف سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آ گیا۔
"موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے نا۔" وہ کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر بولا تو شمائل نے اسے تیکھی چتونوں سے گھورا۔
"اتنی گھٹن اور حبس ہو رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو، موسم خوبصورت ہے، مذاق اچھا کر لیتے ہو۔"
"تھینک یو، تھینک یو۔ پتا ہے باہر کے موسم کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم خود بخود اچھا لگنے لگتا ہے۔"
"اور یہ دل کا موسم کب اچھا لگتا ہے؟"
"کبھی اچھی صورتوں کو دیکھ کر دل کا موسم ویسے ہی اچھا ہوتا ہے۔" ان دونوں کی نوک جھونک جاری تھی۔ وردہ لاتعلق انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ انمر نے کیسٹ پلیئر لگا دیا۔ شمائل سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے اونگھ رہی تھی۔ رعنا دونوں ہاتھ گود میں رکھے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کی طرف ہی جان سے متوجہ تھی۔

بے قراری کیوں ہو رہی ہے
کہنا چاہوں میں سن لے کوئی ذرا

وہ خود بھی گنگنا رہا تھا۔
گھر والی سڑک پہ جونہی گاڑی مڑی، وردہ نے شکر ادا کیا۔
"واپس کب جا رہے ہو؟" شمائل نے سر اٹھا کر انمر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"پرسوں کا سوچ کر جوائننگ رپورٹ دینا ہے۔" اس کا ہشاش بشاش موڈ یاسیت زدہ ہو گیا۔
"کیپٹن صاحب! کل رات ڈنر ہمارے ساتھ کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔"
"نیک خیال ہے۔؟"
"تو آؤ گے؟"
"سر کے بل آؤں گا۔" وہ پھر سے خوش ہو گیا۔
گاڑی رکتے ہی وردہ اپنی چادر سنبھالتی جھپاک سے گیٹ سے اندر چلی گئی تو وہ رعنا سے شاکی لہجے میں بولا۔
"آپ کی بہن کتنی بد اخلاق ہیں، شکریہ بھی ادا نہ کیا۔"
وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہو گئی مگر اخلاقیات نبھانے کو خوش دلی سے بولی۔
"اندر آئیں انمر بھائی! چائے پی کر جائیے گا۔"
"نہیں شکریہ۔ چائے ادھار رہی۔ ویسے آپ کا بھائی کہنا مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ بھائی کہنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھائی سمجھیں بھی۔"
"کیوں نہیں انمر بھائی! مگر آپ اندر تو آئیں، امی آپ سے مل کر خوش ہوں گی۔"
"اگر آپ زور دے رہی ہیں تو میں آ جاتا ہوں، کیوں شمائل صاحبہ!"
"ہاں ہاں، بالکل۔ مجھے تو یہ پوری فیملی ہی بہت پسند ہے، صاف گو اور سادہ لوگ ہیں۔ کپڑے بدل کر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

میں بھی آرہی ہوں۔ وردہ کے ہاتھ کی بنی چائے پینے کا مزا ہی کچھ اور ہے۔"

"تو ٹھیک ہے میں بھی یہ چائے پی کر دیکھتا ہوں۔" رعنا کے پیچھے پیچھے وہ بھی اوپر آ گیا۔

رعنا نے کلثوم سے تعارف کروایا۔ حوریہ اندر کمرے میں تھی۔ آواز سن کر وہ بھی باہر آ گئی۔ خوش پوش اور اسمارٹ سے انصر کو وہ اسعد کی شادی پہ دیکھ چکی تھی اس لیے سارے باادب سلام کر ڈالا۔

وہ شمائل اور اس کے پورے خاندان کو وردہ آپی کی خوشیوں میں رکاوٹ تصور کرنے لگی تھی۔ حالانکہ بے چاری شمائل کا اس قصے میں کوئی کردار ہی نہیں تھا جس کی بنا پہ حوریہ اسے قصوروار سمجھتی تھی۔ وردہ کپڑے بدل کر چائے بنا رہی تھی۔

اسے رعنا پہ بہت غصہ آرہا تھا جو انصر کو اندر لے آئی تھی۔

اس نے چائے کے ساتھ کچھ اسنیکس رکھے اور رعنا کو آواز دی تاکہ وہ ٹرے لے جائے۔ انصر چائے پینے کے بعد بھی کچھ دیر تک بیٹھا رہا۔ اس دوران کلثوم اس سے رسمی سی گفتگو کرتی رہی پھر شمائل کے ساتھ اس نے نیچے کا رخ کیا' جہاں اس کی خاطر مدارت کے لیے نئے سرے سے اہتمام ہو رہا تھا۔

"مجھے تو دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔" شمائل نے اسے متولتی نگاہوں سے دیکھا تو بہت جلد اس نے ہار مان لی۔

"شمائل! یقین کرو' مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے اس لڑکی نے مجھ پہ جادو کر دیا ہے۔ میں مسمرائز ہو گیا ہوں۔ صرف چار دن میں میرا یہ حال ہے' آئندہ جانے کیا ہو گا۔"

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟"

"نہیں' جھک مار رہا ہوں' جھوٹ بول رہا ہوں۔" وہ جل کر بولا تو شمائل نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"تمہارے لیے کچھ کرنا پڑے گا۔ ویسے وردہ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ میری شادی سے کچھ عرصہ پہلے رعنا اور وردہ کے لیے بنائے گئے جہیز کا سامان ڈاکو لوٹ کر لے گئے تھے۔ کچھ بھی نہیں بچا تھا' اسی کے نتیجے میں وردہ کے والد کو جان لیوا ہارٹ اٹیک ہوا اور پھر بعد میں وردہ اور رعنا کا جس جگہ رشتہ طے ہوا تھا' ان لوگوں نے وہ رشتہ بھی توڑ ڈالا۔ کلثوم آنٹی جاب کر کے اس گھر کا خرچہ چلا رہی ہیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی شمائل کے لہجے میں تلخی آ گئی تو ماحول کچھ دیر کے لیے افسردہ ہو گیا۔

"ویری بیڈ۔" اس کے لہجے میں افسوس تھا۔

"انصر! پھوپھو سے بات کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔"

"کیا سوچ لوں؟"

"یہی کہ اگر تمہیں وردہ پسند ہے اور تم اس سے شادی بھی کرنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں بغیر جہیز کے اسے قبول کرنا پڑے گا۔"

"شمائل! بھاڑ میں گیا جہیز۔ فخر بھائی کی شادی تمہارے سامنے ہوئی ہے۔ مجھے بتاؤ' امی نے یا فخر بھائی نے غزالہ بھابی کے گھر والوں سے جہیز کی مد میں کوئی چیز مانگی بلکہ امی نے تو یہاں تک کہا کہ ہمیں غزالہ صرف تین کپڑوں میں بھی قبول ہے۔ میں اب پہلی فرصت میں امی سے بات کروں گا۔ مجھے امید ہے امی میری خوشی کا ضرور خیال کریں گی۔" وہ پر یقین نظر آرہا تھا۔

❁ ❁ ❁

کلثوم کی طبیعت تین چار روز سے خراب تھی۔ سر درد بستر سے اٹھنے ہی نہیں دے رہا تھا' اس لیے آفس سے بھی چھٹی کرنا پڑی۔ اب تو اس کی طبیعت آئے دن خراب رہنے لگی تھی۔ آفس سے آنے کے بعد وہ بستر پکڑ لیتی تھی۔ حوریہ نے بہت زور دیا آپ ڈاکٹر سے مکمل چیک اپ کروا لیں — پھر ایک روز ان تینوں کے زور دینے پہ چیک اپ کے لیے راضی ہو گئی۔ تمام ٹیسٹ کلیئر تھے۔ کم از کم کلثوم کا کہنا یہی تھا۔

"مجھے تھکن ہے اور کچھ نہیں۔"

"تو آپ جاب چھوڑ دیں' ہم تینوں کچھ نہ کچھ

کر لیں گے۔" یہ حوریہ تھی۔ اس کی بات پہ کلثوم کو غصہ آ گیا مگر وہ ضبط کر گئی۔

"جب تک میں تم تینوں بہنوں کو عزت سے رخصت نہیں کر دیتی' تب تک نوکری چھوڑنا مشکل ہے۔ اب تو تنخواہ بھی بڑھ گئی ہے' دیگر سہولتیں اس کے علاوہ ہیں اور تم نوکری کی بات آئندہ مت کرنا۔ میں تمہیں گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ میں جتنی جلدی ممکن ہو' تمہیں اپنے گھر کا ہوتا دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"امی! ہم آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔" وردہ بستر کی پائنتی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

حوریہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ان کی حالت کے پیش نظر چپ ہو گئی۔ اس کے دل میں بہت دنوں سے غبار جمع تھا جو کسی نہ کسی صورت نکلنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

"اسعد! ایک بات کہوں؟" شمائل ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہاتھوں پہ کریم مل رہی تھی۔

"میرے پاس آ کر کہو نا' وہاں دور سے تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" وہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ابھی آتی۔" وہ نائٹ کریم اب اپنے نرم و نازک بے داغ چہرے پہ مل رہی تھی۔ اسعد چت لیٹا بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ شمائل نے اس کا کندھا چھوا تو وہ کروٹ بدل کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کو انصر کیسا لگا؟" اب وہ بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔

"اچھا ہے ہر لحاظ سے میں نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" اسعد اس کے نرم و نازک ہاتھ کی نزاکت کو اپنے ہاتھ میں جذب کرتے ہوئے بولا۔

"اسعد! بات دراصل یہ ہے کہ —" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں ہاں' کہو نا۔" اس نے ہمت دلائی۔

"انصر وردہ کو پسند کرنے لگا ہے' پھوپھو کو آنٹی کے پاس لانا چاہتا ہے۔ میں آپ کو کیا بتاؤں کہ وہ کس بری طرح وردہ پہ مرتا ہے۔ کاموسے روز فون کر کے اس کے بارے میں پوچھتا ہے۔ سچ بتاؤں تو وردہ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ اگر یہ رشتہ طے ہو جائے تو اس میں دونوں گھرانوں کی خوش نصیبی ہے کیونکہ انصر جیسا لڑکا شاید ہی وردہ کو ملے۔" وہ اس کی متغیر ہوتی حالت سے بے خبر اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔

"پلیز لائٹ بند کر دو' مجھے بہت نیند آرہی ہے۔ سر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔"

"یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے' سر دباؤں؟"

"نہیں' میں سونا چاہتا ہوں۔" اسعد کی ساری گرمجوشی بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔

شمائل اس کے برابر آ کر لیٹی تو وہ کروٹ بدل کر پرے ہو گیا۔ ذہن خزاں کی زد میں آئے پتے کی طرح ادھر ادھر ڈول رہا تھا۔ اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وردہ کو اس کے بعد بھی کوئی پسند کر سکتا ہے۔ وہ اپنی شادی ہو جانے کے باوجود اس کے بارے میں سوچنے سے باز نہیں آتا تھا۔ اب شمائل نے انصر کی پسندیدگی کے بارے میں بتا کر اس کی بے کلی حد سے سوا کر دی تھی۔

وہ چاہتا تھا وردہ ساری عمر اس کی بے وفائی کے باوجود اس کے نام پہ بیٹھی رہے' تاوقتیکہ بہار اس کے سراپے کو الوداع کہہ دے۔ وہ اس وقت خود غرضی کی انتہا پہ سوچ رہا تھا۔

شمائل تو سو گئی' وہ جاگتا رہا اور منصوبے بناتا رہا کہ کس طرح انصر کو وردہ کے رشتے سے برگشتہ کر سکے۔ وہ براہ راست شمائل سے تو یہ سب کہنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کسی اور طریقے سے سب کام ہو تاکہ شمائل بھول کر بھی اس پہ شک نہ کر سکے۔

❁ ❁ ❁

انصر نے فون کے ذریعے فخر بھائی پہ وردہ کے حوالے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے اپنی پسندیدگی پوری طرح عیاں کردی تھی۔

"یار! تم اس ویک اینڈ پہ آجاؤ' تب ہی بات بنے گی۔ ویسے میں ابی تک تمہارا حالِ دل پہنچا ضرور دوں گا۔ بلکہ غزالہ یہ کام زیادہ بہتر طور پر کرے گی۔" فخر بھائی نے اسے پوری طرح سے یقین دلایا۔ اگلے ویک اینڈ پہ وہ خود گھر میں تھا۔

روزینہ بیگم کو کوئی اعتراض نہیں تھا' احسان صاحب بھی راضی تھے۔ وہ بہت خوش تھا کہ اتنی آسانی سے سب لوگ مان گئے تھے۔ اب انہیں وردہ کے گھر جانا تھا۔

کلثوم گھر پہ ہی تھی۔ پونے چھ بجے کا وقت ہوگا جب شائلہ مہمانوں کو ساتھ لیے ان کے پاس آئی۔

رعنا اور حوریہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ وردہ کلثوم کے پاس ہی تھی۔ اس نے مہمانوں کو سلام کرکے ہٹ جانے میں ہی عافیت جانی کیونکہ فخر اور غزالہ کی مسکراتی نگاہیں اس سے بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

کلثوم پر مہمانوں کی آمد کا مدعا جان کر شادیٔ مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ ا کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے پھر بھی اس نے رسمی طور پہ سوچنے کی مہلت مانگی۔

وہ لوگ چائے پینے کے بعد چلے گئے تو کلثوم نیچے چلی آئی۔ خولہ اور حمیرا کو ویسے بھی کھد بد لگی ہوئی تھی۔

کلثوم نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ وردہ کے رشتے کے لیے آئے تھے۔

"آپ وردہ کے چچا ہیں' اس لیے آپ کو بتانا میرا فرض ہے۔ وہ لوگ چند روز کے بعد حتمی جواب لینے آئیں گے اس موقع پہ آپ کی موجودگی ضروری ہے' آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہے۔" کمال کا ظرف تھا کلثوم میں۔ دونوں بھائی شرمندہ سے ہوگئے۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ وردہ ہماری اپنی بچی ہے' پھر انصر کا رشتہ بیٹھے بٹھائے مل جانا بہت بڑی خوشخبری ہے۔"

یہ چچا میاں تھے' انہوں نے بیگم سے بھی تائید چاہی۔ ناچار حمیرا نے رضامندی میں سر ہلایا۔

اسعد بھی اسی وقت آفس سے لوٹا تھا۔

رؤف صاحب نے اپنی دانست میں یہ خوش خبری اسے بھی سنادی۔ اس نے اپنی دلی جذبات کو بمشکل عیاں ہونے سے روکا اور کپڑے بدلنے کا بہانہ کرکے وہاں سے اٹھ آیا۔

* * *

وردہ کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔ اسعد سچ مچ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس تلخ واقعہ کے بعد بذات خود وہ چل کر یہاں تک آیا تھا۔

"کس لیے تشریف آوری ہوئی ہے۔؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وردہ کا لہجہ روکھا ہوگیا۔

"بہت خوشی ہو رہی ہے نا تمہیں انصر کے رشتے سے۔" اس کا لہجہ۔۔۔ کینگی لیے ہوئے تھا۔

"آپ یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہیں؟"

"میں کون ہوتا ہوں' بہت خوب۔ اب میں کون ہوتا ہوں۔ کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا' تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔" وہ بہت بے خوفی سے کہہ رہا تھا۔ سب کی غیر موجودگی کا اچھی طرح اطمینان کرلینے کے بعد ہی اوپر آیا تھا۔ وردہ گھر میں اکیلی تھی۔

"اس رشتے سے انکار کردو۔"

"کیوں انکار کردوں؟"

"میں تمہیں کسی اور کا ہوتا کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"بھول جائیں کہ کبھی ہمارا کوئی تعلق تھا۔"

"تعلق تھا تو ضرور' یہ الگ بات ہے کہ تم بھول گئی ہو مگر میں نہیں بھول سکتا۔ پلیز تم انصر کے رشتے سے انکار کردو۔"

"انکار کرکے میں اپنی ماں کی مشکلات میں اضافہ کیوں کروں۔ آپ تو عین وقت پہ ساتھ چھوڑ گئے تھے۔"

"دیکھو وردہ! یہ اچھا نہیں کر رہی ہو تم۔"

"آپ کو اب کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے کہ میں

ل ہوں کہ برا۔"
وض ہے نا' مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ
تمہارے ساتھ شادی سے انکار کرکے اپنے
کلہاڑی ماری ہے۔ تم کسی طرح بھی تو مجھے
ملتی ہو وردہ! میں اب بھی تم سے محبت کرتا
" اسعد کا لہجہ خالی خالی سا لگ رہا تھا۔ عین اسی
اوریہ یونیورسٹی سے لوٹی۔ اسعد اسے دیکھ کر
گھبرا سا گیا اور فوراً" نیچے کی جانب بڑھ گیا۔
ں آئے تھے یہ موصوف؟" اس کا لہجہ بہت
وردہ کو اس کا سامنا کرنا دشوار ہو گیا۔ وہ جواب
باتھ روم میں گھس گئی۔ حوریہ بند دروازے
رہ گئی جس کے پیچھے سے وردہ کی سسکیاں تیز
ہو رہی تھیں۔
کا دل چاہ رہا تھا ابھی اسعد کے پاس جاکر اس کا
پکڑ کر پوچھے کہ وہ اوپر کیا لینے آیا تھا؟

* * *

کی خوشی دیدنی تھی۔ اس نے غزالہ بھابھی کو
پکڑ کر کئی چکر دے ڈالے۔
دوبارہ کب جارہی ہیں وردہ کے گھر؟"
بے صبری اچھی نہیں ہوتی' کچھ وقت تو لگتا
ماری مرضی تو یہی ہے کہ ہم لڑکی کو دو بول
لے آئیں۔ اللہ اللہ خیر صلا۔"
تو یہی چاہیے۔" وہ ڈھٹائی سے بولا تو غزالہ
کر رہ گئیں۔
یہ حال ہے' بعد میں جانے کیا ہوگا۔"
کچھ نہیں ہوگا۔" انصر کا اطمینان دیکھنے والا
نے اس کی خوشیوں کے دائمی رہنے کی دعا
ش اور مسرور لگ رہا تھا وہ۔

*

یہ تو پتا چل چکا ہے کہ انصر کی والدہ اور والد
کے لیے ہمارے ہاں بار بار چکر لگا رہے
نے وردہ کو دیکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ وہ
بس بلا کر رہ گئی۔

"بلال اب اس دنیا میں نہیں ہیں' وہ ہوتے تو مجھے کسی چیز کی بھی فکر نہ ہوتی۔ اب میرے اوپر دوہری ذمہ داریاں ہیں۔ مجھے تمہارے باپ کا کردار بھی ادا کرنا ہے۔ تم تعلیم یافتہ اور باشعور لڑکی ہو' اس لیے میں تم سے تمہاری رضامندی معلوم کرنا چاہ رہی ہوں کہ کل کو تم یہ نہ کہہ سکو کہ مجھ سے میری مرضی نہیں پوچھی گئی۔" وردہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"امی! آپ میرے لیے جس شخص کا بھی انتخاب کریں گی' مجھے منظور ہوگا۔ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں اعتراض کروں گی۔ مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔"

"وردہ! مجھے تمہارے دل کی رضامندی درکار ہے تاکہ جب تم نئی زندگی کا آغاز کرو تو ماضی کی یادیں تمہارے ہمراہ نہ ہوں۔ اسعد تمہارا کل تھا اور انصر تمہارا آج ہے۔ بھول جاؤ اسے جو تمہارا نصیب ہی نہیں تھا۔" وردہ نے سر جھکا لیا' بھولنا آسان تو نہیں مگر اسے یہ مشکل کام کرنا تھا۔

کافی دیر تک معنی خیز سی خاموشی طاری رہی جسے کلثوم نے ہی توڑا۔

"تو پھر کیا جواب دوں میں انصر کے والدین کو؟"

"آپ جو چاہیں کریں امی! میں انکار نہیں کروں گی اور یہ میں پوری سچائی سے کہہ رہی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں۔

کلثوم نے وردہ کی ہونے والی سسرال پہ اچھی طرح واضح کردیا تھا کہ وہ شادی سادگی سے کرے گی۔ احسان اور روزینہ نے جہیز لینے سے سختی سے انکار کردیا تھا۔

جب شادی کی تاریخ طے ہوئی تو اس موقع پہ کلثوم کے پاس سلیم گیلانی بھی موجود تھے۔ جب سب اٹھ کر چلے گئے تو تب وہ وردہ کے پاس آئے۔

"یہ لو' میری طرف سے شادی کا تحفہ ہے کیونکہ انصر کے والدین نے جہیز لینے سے انکار کردیا ہے' اس لیے یہ تمہارے کام آئے گا۔ تم میرے لیے اولاد کی طرح ہی ہو۔" انہوں نے ایک چیک اس کی طرف

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھایا۔ رقم پڑھ کر وردہ کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔ پچاس ہزار روپے۔ وردہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔

"رکھ لو' یہ میری خوشی ہے۔" سلیم گیلانی پہلی بار ان کے گھر آئے تھے اور اتنی شفقت سے پیش آ رہے تھے۔ وہ تینوں بہنیں ان کے اپنائیت بھرے رویے اور بارعب شخصیت سے بہت متاثر ہوئی تھیں پھر اس کی شادی کے ہر موقع پر آگے آگے رہے۔ وردہ کی شادی میں کلثوم کے آفس کے کافی لوگ مدعو تھے۔

حمیرا تو دل مسوس کر رہ گئی۔ اس کی تمنا تو یہی تھی مگر انصر اس کی ورثمین کا مقدر بنتا اور وہ وردہ کو بغیر جہیز کے بیاہ کر لے جا رہا تھا۔ اس جہیز کے بغیر جس کی خاطر انہوں نے یہ رشتہ ٹھکرا دیا تھا۔ حوریہ جو شمائل اور اس کے تمام خاندان سے جو بلاوجہ کھنچی کھنچی رہتی تھی' اب اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ انصر اس کا بہنوئی جو بننے جا رہا تھا۔

نکاح نامے پہ سائن کرتے ہی اس نے اپنی انگلیاں بے جان ہوتی محسوس کیں۔ روزینہ پاس ہی تھیں' انہوں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا۔

"اب یہ میری بیٹی ہے کلثوم بہن! اس کے بارے میں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ پورے خلوص سے بولیں۔

کلثوم سے خوشی سنبھالی ہی نہیں جا رہی تھی۔ وردہ' شریف اور خاندانی لوگوں کی بہو بن گئی تھی۔ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ بن باپ کی کم حیثیت وردہ' انصر جیسے لڑکے کا مقدر ہو گی۔

شمائل نے وردہ کی شادی پہ انصر کی کزن ہونے کے ناتے خلوص دل سے اس کی خوشیوں میں حصہ لیا تھا مگر اسعد جو وردہ کا کزن تھا' کسی اجنبی اور بن بلائے مہمان کی طرح وردہ کی شادی میں شریک ہوا۔ اس کا کترایا کترایا انداز شمائل نے پہلی بار نوٹ کیا۔

وردہ' انصر کے سنگ رخصت ہونے لگی تو وہ قصداً وہاں سے ہٹ گیا۔ دل میں ٹوٹ پھوٹ کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے اپنے الفاظ سامنے آ کر اس [illegible] رہے تھے۔

کچھ عرصہ پہلے اس نے کتنی سنگدلی سے ورد[illegible] تھا کہ۔

"میں روایتی سا مرد ہوں' مجھے یہ کہنے میں کو[illegible] نہیں کہ میں نے تمہارے دلکش سراپے [illegible] کی۔ ہر مرد کی طرح میری بھی یہی تمنا تھی کہ [illegible] چھونے والے پہلے ہاتھ میرے ہوں مگر افسوس [illegible] یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مجھ سے پہلے کسی [illegible] تھی۔"

اس نے اتنا کہنے کے بعد جملہ ادھورا چھوڑ [illegible] وردہ کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس کے ادھورے [illegible] میں چھپے معانی و مطالب کو پا چکی ہے۔

"اُف۔" اس نے اذیت سے بے حال [illegible] ہوئے دونوں ہاتھ اپنے سر پہ رکھ لیے۔ ورد[illegible] ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ وردہ اس کی [illegible] تھی' اس وقت اس نے سوچا تھا کہ محبت ا[illegible] غیرت اپنی جگہ۔ اس کی غیرت اسے ا[illegible] اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ پہلے کی [illegible] خواب اس سے وابستہ کر دیتا۔

پتا نہیں اس کی غیر موجودگی میں اس [illegible] کے ساتھ کیا کیا تھا۔ اس نے تو صرف ورد[illegible] ترتیب حلیہ ہی دیکھا تھا۔ تب اس کی [illegible] ہو گئی اور اس کی جگہ ایک روایتی مشتعل [illegible] والے مرد نے لی اور وہ فوراً شمائل کو [illegible] جب وردہ اپنے تمام جملہ حقوق کسی اور کے [illegible] کرنے جا رہی تھی تو وہ مانتی ہے آپ کی [illegible] تھا۔

انصر کو صرف پندرہ دن کی چھٹی ملی [illegible] سے چھ سات روز تو صرف شادی کی تیا[illegible] رسموں میں ہی نکل گئے تھے اسے [illegible] تھا۔ رات وہ دونوں شمائل کے ہاں د[illegible] تھے۔ اسعد بھی گھر پہ تھا۔ وردہ تو آتے ہی [illegible] مل کر اور چچی چچا کو سلام کر کے اوپر چلی گئی

[illegible]ور آیا۔ رعنا فوراً کچن میں گھس گئی جبکہ [illegible] کل بول رہی تھی۔

[illegible] طرف دعوت کب کھائیں گے؟" حوریہ [illegible] قلفہ بالائے طاق رکھتے ہوئے پوچھا تو انصر [illegible] دن روانگی کا بتایا۔

"[illegible] آپ کے ساتھ جائیں گی؟"

"[illegible] ابھی کہاں۔ جا کر رہائش کا انتظام کرنا ہو گا [illegible] آپی میرے ساتھ جائیں گی۔" "اُف کتنی [illegible] سات آٹھ روز گزر رہے ہیں' ابھی گزشتہ جمعہ [illegible] ہاں سے رخصت ہوئی تھیں۔"

"[illegible] آپی' بہت جلدی یہ دن گزر رہے ہیں۔" وہ [illegible] نظر دیکھتے ہوئے بے چارگی سے بولا تو حوریہ [illegible] کے پیچھے کچن میں آ گئی جو چائے کے ساتھ [illegible] تیار کر رہی تھی۔

[illegible] پینے کے بعد انصر نے وردہ کو اٹھنے کا اشارہ

[illegible] آئے تو اسعد ٹی وی لاؤنج میں تھا۔ شمائل [illegible] خانساماں کے ساتھ خود بھی مدد کروا رہی تھی۔ [illegible] بھی اس نے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ناچار [illegible] کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ خولہ چچی بھی [illegible]۔ نئی نویلی وردہ کو انہوں نے رشک و حسد [illegible] احساس کے ساتھ دیکھا۔ غزل کو انہوں [illegible] جہیز کے ساتھ خاندان میں ہی [illegible] ہا تھا جس کی تعلیم اتنی خاص نہیں تھی مگر [illegible] معاملے میں اس کا ذہن بہت تیز تھا۔ انصر [illegible] ایئر فورس جیسے معتبر ادارے میں اہم [illegible]۔ خولہ کی جب بھی اس سے ملاقات ہوتی [illegible] احترام سے کھڑا ہو جاتا۔ ایک ان کا داماد [illegible] اور دو چار کرتا ہی جانتا تھا۔ غزل کا رنگ و [illegible] کے بعد ہی کملا کر رہ گیا تھا۔ گھر میں ساس [illegible] جنگ چلتی ہی رہتی۔ غزل جب بھی آتی' [illegible] سسرالی مظالم کے نئے نئے قصے ہوتے [illegible] نہ تھکتی ہی نہیں۔ رہی ساس تو وہ ماں جیسی تھی۔

"کیسا قدردان گھرانہ ملا ہے اسے۔" وہ وردہ کی گردن میں پڑے جڑاؤ نیکلس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ انصر کی جیب میں پڑے موبائل نے گنگنانا شروع کیا تو وہ معذرت کرتا ایک کونے میں چلا گیا۔ خولہ چچی کھانے کی تیاری کا جائزہ لینے کچن میں چلی گئیں تو اسعد کو موقع مل گیا کہ وردہ کا اچھی طرح جائزہ لے سکے۔

کالی ساڑھی اور فل آستینوں والے بلاؤز میں سفید نگینوں کا سیٹ پہنے وہ ملکوتی حسن کی مالک لگ رہی تھی۔ خوبصورت تو وہ پہلے بھی تھی مگر آج اس کی دلکشی حد سے سوا لگ رہی تھی۔ شاید یہ انصر کے ساتھ کا اثر تھا۔ اس کے سراپے میں وہ تمام خوبصورتی اور نزاکت شامل تھی جو نئی نویلی دلہنوں کی شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ جھکی جھکی حیا آلود نگاہیں' تھکا تھکا انداز اس کے چہرے پہ رقم بہت سی داستانوں کے راز کھول رہا تھا۔ وہ داستانیں جنہیں رقم کرنے کے اس نے بھی خواب دیکھے تھے اب ان کا مالک انصر تھا۔

انصر فون کر کے واپس آیا تو اسعد دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شمائل نے بہت کچھ بنوایا تھا مگر وردہ تو چکھنے کی حد تک ہی کھا سکی جبکہ انصر نے ہر چیز کے ساتھ انصاف کیا۔

کھانے کے بعد گفتگو کا دور چلا تو شمائل کشمیری قہوہ بنا کر لے آئی۔ انصر بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اس کی بے کلی نے جیسے اسعد کو جلتے الاؤ میں پھینک دیا۔

"رات یہیں رک جاؤ۔" شمائل شرارت سے بولی تو انصر نے بڑی صفائی سے معذرت کر لی۔

"مجھے صبح صبح چلے جانا ہے' جا کر پیکنگ تیار کروں گا۔ ہاں اگر وردہ رکنا چاہے تو بے شک۔" وہ گیند اس کے کورٹ میں ڈال کر بری الذمہ ہو گیا۔ اسعد اس دوران وردہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"آنٹی ہماری واپسی کا انتظار کر رہی ہوں گی۔" وردہ نے اسعد کی نگاہوں سے ہر ممکن طور پہ بچنے کی کوشش

www.paksociety.com

کی۔ انصر نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے چہرے کی رونق واپس آگئی تھی۔
پھر رات گئے ان کی واپسی ہوئی۔

حوریہ امی کی بیماری کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ یونیورسٹی میں بھی سارا دن غائب دماغی کے عالم میں گزرا تو عینی بھانپ گئی کہ اسے کوئی چیز پریشان کر رہی ہے۔ سر نعمان کے پیریڈ کے بعد عینی اسے زبردستی کیفے ٹیریا میں لے آئی۔

"یار! بتاؤ نا کیا بات ہے۔ تم تو ایسے غیریت برتتی ہو جیسے میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔" وہ ناراض لگ رہی تھی۔

"بالکل نہیں، بلکہ تم تو میری سب سے پیاری دوست ہو۔ اصل میں، میں امی کی وجہ سے پریشان ہوں۔ اکثر بیمار رہنے لگی ہیں۔ اتنی محنت کرتی ہیں، صرف اس لیے کہ جلد از جلد ہماری شادی کر سکیں۔ عینی! میں خود کو عضو معطل محسوس کرنے لگی ہوں۔ کم از کم اتنا تو ہو کہ میری تعلیم کی وجہ سے امی کو پریشانی نہ ہو۔ میں اپنا خرچ خود اٹھا سکوں۔" اس کی آواز بھرانے لگی تھی۔

"مگر حوریہ! آنٹی تمہاری ملازمت کے حق میں بھی تو نہیں ہیں۔"

"اسی وجہ سے تو میں پریشان ہوں۔ ایک دو جگہ ٹیوشن کی بات کی ہے مگر وہ لوگ پیسے بہت کم دے رہے ہیں" اس لیے میں نے انکار کر دیا۔" وہ بولی تو عینی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

"حوریہ! میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے۔ تمہاری طرح میرا ایک کزن بھی اپنا تعلیمی کیریئر خود بنانا چاہتا تھا۔ کلاس ٹائم کے بعد وہ پارٹ ٹائم انشورنس کا کام کرتا تھا۔ نتیجتاً" اسے اچھی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ اگر تم راضی ہو تو میں ان سے بات کروں۔ کام مشکل بھی نہیں ہے۔ کم وقت میں زیادہ آمدنی اور اگر ایک آدھ موٹی آسامی پھنس جائے تو سمجھو وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ تم یونیورسٹی کے بعد صرف ایک ڈیڑھ گھنٹہ یہ جاب کر سکتی ہو۔" عینی نے ا[...] ایک نئی راہ دکھائی تو وہ کچھ سوچنے لگی۔

"مگر امی کو کیا کہوں گی؟"

"کچھ نہ کچھ کہہ دینا۔ تم یونیورسٹی کے آس [...] کے گھروں سے شروع کرنا۔ تمہاری بھولی صو[...] دیکھتے ہی اکثر لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی بیمہ پالیسی لیا کریں گے۔" عینی نے اسے چھیڑا تو حوریہ خفگی [...] اسے دیکھ کر رہ گئی۔ عینی کا آئیڈیا اسے دل و جان [...] پسند آیا تھا۔ اب مسئلہ کلثوم کو رضامند کرنے کا [...] رات کھانا کھانے کے بعد اس نے ہمت کر کے [...] سے کہہ ہی ڈالا۔

"امی! مجھے یونیورسٹی کے پاس ایک ٹیوشن مل[...] ہے، میری دوست کا بھانجا ہے۔ اس نے میری منتیں کی ہیں کہ میں ہارون کو ٹیوشن پڑھا دیا [...] بہت کند ذہن بچہ ہے۔ میں یونیورسٹی ٹائم کے بعد صرف ڈیڑھ دو گھنٹے پڑھایا کروں گی۔ آپ نا[...] نہیں ہوں گی کیونکہ میں ہاں کر چکی ہوں۔"

"مجھ سے پوچھا تو ہوتا، تم نے اس طرح تو [...] اپنی تعلیم کا حرج ہو گا۔ تم خود کب پڑھو گی؟"

"امی! رات کو بہت وقت ہوتا ہے، میں و[...] دیر سے سونے کی عادی ہوں۔ اب اگر میں نے [...] تو عینی ناراض ہو جائے گی اور آپ کو پتا ہے عینی میری اچھی دوست ہے۔" حوریہ نے لاڈ سے ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔ کلثوم نے چند لمحے سو[...] اثبات میں سر ہلا دیا۔

* * *

حوریہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ سرسبز بیل[...] ڈھکے سرخ ڈھلوان چھت والے گھر کی بیل [...] آج اس کی جاب کا پہلا دن تھا۔ عینی کی ہد[...] برخلاف اس نے یونیورسٹی سے کافی فاصلے [...] ہاؤسنگ سوسائٹی اسکیم میں بنے گھر کا انتخاب [...] یہ بھی خوشحال لوگوں کا علاقہ تھا۔

کچھ دیر کے بعد اندر سے کھٹ پٹ کی آو[...]

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیگ سنبھال کر وہ چوکنا نگاہوں سے اندر سے کسی مکین کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ گیٹ کھولنے والا کوئی ملازم تھا۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو؟" وہ غور سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"صاحب یا بیگم صاحبہ گھر پہ ہیں؟ مجھے بہت ضروری کام ہے بلکہ نہایت ہی اہم بات ہے۔" اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے گیٹ سے ہی ٹرخا دیا جائے گا' اسی لیے اس نے صاحب اور بیگم صاحبہ کا حوالہ دے کر ضروری کام کا کہا تھا۔

وہ چند سیکنڈ تذبذب سے اسے دیکھتا رہا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"صاحب تو گھر پہ نہیں ہیں' البتہ چھوٹے صاحب آرام کر رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ایجنسی سے لوٹے ہیں۔" حوریہ نے جس اعتماد سے "ضروری کام" کا بہانا کیا تھا اس سے رحیم داد بھی دھوکہ کھا گیا تھا' جب ہی آرام سے چھوٹے صاحب کی موجودگی کا راز فاش کر گیا۔

"آئیں اندر آجائیں۔" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولا۔ حوریہ اس کی معیت میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آگئی۔ رحیم داد اسے بٹھا کر خود اندر کی طرف چلا گیا۔

حوریہ نے بیگ فائل سمیت گود میں رکھ لیا اور ایک بار پھر اپنے چکن کے فیروزی کپڑوں کا جائزہ لیا۔ ابھی دو ہفتے پہلے کلثوم اس کے لیے یہ سوٹ لائی تھی جس کی قیمت کسی طرح بھی آٹھ سو سے کم نہیں تھی۔ چہرے مہرے اور نقوش سے وہ اچھے گھر کی لگتی تھی' تب ہی تو رحیم داد اسے یہاں بٹھا کر صاحب کو بلانے گیا تھا۔ یہ اس کا سب سے اچھا سوٹ تھا' اس لیے نیک شگون کے طور پہ اس نے آج زیب تن کیا تھا کیونکہ مینی کا کہنا تھا' اس ملازمت میں کپڑوں اور حلیے کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ پاؤں میں رعنا کی خوبصورت نئی چپل تھی۔ اس نے رعنا سے چھپ کر یہ چپل پہنی تھی۔

یونیورسٹی سے نکلنے سے پہلے اس نے ٹوائلٹ میں جا کر مینی سے لپ اسٹک اور فیس پاؤڈر لے کر لگایا تھا تاکہ فریش نظر آئے۔

اشعر جاگ رہا تھا۔

"صاحب! باہر ایک لڑکی آئی ہے' کہہ رہی ہے کہ مجھے صاحب یا بیگم صاحبہ سے ضروری کام ہے۔ میں نے کہا کہ بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ تو گھر پہ نہیں ہیں' البتہ چھوٹے صاحب ہیں تو کہنے لگی کہ ان سے ہی ملوا دو۔ میں ڈرائنگ روم میں بٹھا آیا ہوں۔"

"کتنے احمق ہو تم رحیم داد! آئے روز اخباروں میں آتا بھی ہے اور پھر ہماری کالونی میں تو خوبرو لڑکیاں اتنی عمدگی سے وارداتیں کر رہی ہیں کہ پولیس بھی چکرا گئی ہے۔ تم اسے بٹھا کر یہاں چلے آئے' اسے باہر سے ہی رخصت کر دیتے۔" اشعر نے نیلی شرٹ صوفے سے اٹھا کر چڑھائی اور بٹن بند کیے بغیر رحیم داد کو ہاتھ سے ایک طرف کرتے ہوئے باہر نکلا۔

اس کا کمرہ اور ڈرائنگ روم آمنے سامنے تھے پھر دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ حوریہ تک ان دونوں کی آواز نہ پہنچتی۔ ابتدا ہی غلط ہوئی تھی۔ کتنے آرام سے اسے چور قرار دے دیا گیا تھا۔ اشعر اس کے سر پہ کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

"ہاں تو محترمہ! آپ کون سے ضروری کام سے آئی ہیں' بتانا پسند کریں گی۔" اس کے لہجے میں ذرا بھی لحاظ اور مروت کا شائبہ تک نہ تھا۔ حوریہ اضطراری انداز میں صوفے سے کھڑی ہو گئی۔ سامنے نگاہ کی تو سرخ سرخ آنکھوں والا نوجوان اسے مشکوک انداز میں گھورتا نظر آیا۔

پہلی بار اس نے خود کو کوسا کہ کیوں اس گھر میں گھسی آئی۔

"وہ۔۔۔ میرا نام حوریہ بلال ہے۔ میں آنرز کی اسٹوڈنٹ ہوں اور پارٹ ٹائم انشورنس کا کام کرتی ہوں۔ میری دو بہنیں اور بھی ہیں۔ میری ای ایس ایم

برادرز میں جاب کرتی ہیں اور میں۔" وہ گھبرا کر اپنے بارے میں سب بتاتی چلی گئی۔

"یقین کریں' میرا کسی بھی جرائم پیشہ گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" اشعر حیرت اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات سمیت اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔

پتا نہیں وہ واقعی سادہ تھی یا بن رہی تھی' کتنے مزے سے اپنا بائیو ڈیٹا بتا دیا تھا۔ حماقت کی بھی حد ہوتی ہے۔

"آپ سے کس نے کہا تھا کہ بھری دوپہر میں یوں اکیلی دھڑلے سے لوگوں کے گھروں کی بیل بجاتی پھریں۔ اس گھر میں ایک رحیم داد اور دوسرا مرد میں ہوں اور اکیلی لڑکی کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" حوریہ کی ٹانگوں نے اس کے جسم کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا۔

"دیکھیں' پلیز مجھے جانے دیں۔" وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید اب اس کے ساتھ وہ کچھ پیش آنے والا ہے جو آج سے پہلے وہ اخباروں میں پڑھتی رہی ہے یا پھر دوسروں سے سنتی آئی ہے۔ بھلا ان دو ہٹے کٹے جوان مردوں سے بھاگ کر وہ کہاں جا سکتی ہے۔ اس نے دھندلائی نگاہوں سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ ملازم اب یہاں نہیں تھا۔ حوریہ نے بغیر سوچے سمجھے گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ اشعر بھی اس کے پیچھے لپکا مگر وہ اب سڑک پہ تھی اور بار بار مڑ کر ہراساں نگاہوں سے پیچھے بھی دیکھ رہی تھی۔

"سنیے مس۔۔۔ میں بھی ایک بیمہ پالیسی لینا چاہتا ہوں۔" وہ زور سے بولا مگر حوریہ سنی ان سنی کر کے آگے کی طرف بڑھتی رہی۔

"عجیب لڑکی ہے' خوامخواہ ڈسٹرب کرنے آگئی تھی اور پھر یوں پاگلوں کی طرح منہ اٹھا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ میں انسانی ہمدردی کے ناتے پالیسی لینا چاہ رہا تھا' جانے وہ کیا سمجھی۔" اشعر بڑبڑا رہا تھا۔ رحیم داد لوٹ کر آیا تو لڑکی نہیں تھی۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"چلی گئی ہے مگر اپنے بارے میں فرفر بتا رہی تھی۔ میری ای ایس ایم برادرز میں کام کرتی ہیں' وغیرہ وغیرہ۔" اشعر کے ذہن میں ایس ایم برادرز کا نام محفوظ ہو گیا تھا۔

حوریہ گھر پہنچی تو رعنا سو رہی تھی۔ اس نے شکر ادا کیا' ورنہ اس کی اڑی اڑی رنگت دیکھ کر وہ کئی سوال کرتی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے' جانے کون سی نیکی کام آگئی تھی۔ آئندہ میری توبہ۔ جو میں نے اس پارٹ ٹائم جاب کے بارے میں سوچا بھی۔ میں مینی سے صاف کہہ دوں گی' یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میں اس جاب کے بغیر ہی ٹھیک ہوں۔" ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ جائے نماز پہ بیٹھی خود سے وعدے کرتی رہی۔

❁ ❁ ❁

حوریہ فائنل ایگزامز کے بعد فارغ تھی۔ کلثوم اسی طرح ہنوز آفس جا رہی تھی۔ ایک دفعہ کے تلخ تجربے کے بعد حوریہ نے ملازمت کے ذریعے امی کے بوجھ کو کم کرنے کا جو خواب دیکھ رکھا تھا' وہ اسے فراموش کرنا پڑ گیا۔ مینی ہی کے توسط سے اسے ایک اور جگہ ملازمت مل رہی تھی' لیکن کلثوم اس کے کام کرنے کے حق میں نہیں تھی۔

گھر کے معاملات اسی طرح چل رہے تھے۔ شمائل کی طبیعت کافی دنوں سے خراب تھی۔ خولہ اسے ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے لے کر گئیں تو خوشخبری سمیت واپس آئیں۔ شمائل اکثر تنہائی سے گھبرا کر اوپر رعنا اور حوریہ کے پاس چلی جاتی۔ وردہ کے فون آتے رہتے۔ ماہ دو ماہ بعد وہ خود بھی چکر لگا لیتی تو زندگی کے لگے بندھے معمول میں کچھ ہلچل کا احساس ہوتا۔

انصر کی پوسٹنگ شور کوٹ ایئر بیس پہ ہو گئی تھی۔ وردہ اس کے ساتھ ہی گئی تھی۔ اب اس کے ساتھ محض فون کا رابطہ رہ گیا تھا۔ اس دوران انصر کو بوٹ کے ساتھ عمران جانا پڑا تو وردہ کو وہ اس کے گھر چھوڑ گیا۔

"دو دن سسرال میں رہنے کے بعد وہ امی کی طرف آ گئی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج تیسرا روز تھا کہ کلثوم آفس نہیں گئی تھی۔ وردہ کے ساتھ بند کمرے میں راز و نیاز ہوتے رہے پھر ایک روز یہ عقدہ بھی کھل گیا۔ وردہ نے رعنا اور حوریہ کو بتایا کہ۔

"امی بہت جلد تمہاری شادی کرنے والی ہیں۔" سدا کی تھوڑے دل کی حوریہ یہ سن کر بے اختیار رو ہی تو ہو گئی۔

"میں کوئی شادی وادی نہیں کروں گی میں امی کے پاس رہوں گی۔" وردہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ وہ امی ہو تم دونوں کو رخصت کریں گی۔" حوریہ کے تو ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے۔ البتہ رعنا نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

جس کسی نے بھی حوریہ اور رعنا کی شادی کی خبر سنی حیران رہ گیا۔ کلثوم نے تمام سسرالیوں کو اعتماد میں لیتے ہوئے دونوں لڑکوں کے بارے میں بتایا تھا۔ رعنا کے لیے جس لڑکے کا انتخاب کیا گیا تھا وہ کلثوم کے آفس کے ہی ایم ڈی کا بیٹا تھا جبکہ حوریہ کا ہونے والا شوہر سلیم گیلانی کے بھائی منیر گیلانی کا اکلوتا بیٹا تھا۔

کلثوم بہت خوش تھی اس کی شاہانہ رنگت میں پھر سے سرخی دوڑنے لگی تھی۔ نکاح کے ایک ہفتے بعد ان دونوں بہنوں کی رخصتی تھی۔

پھر بے حد سادگی کے ساتھ سارے امور طے پا گئے۔

بلال کی موت کے طویل عرصے بعد کلثوم پہلی بار سکون کی نیند سوئی۔

اس کے بعد پورا مہینہ مصروفیت میں گزرا۔ انصر بھی مکران سے لوٹ آیا تھا۔

کل حوریہ اور رعنا کی رخصتی تھی۔ رات گزر رہی تھی۔ کلثوم ان کے کمرے میں آ گئی۔ وردہ بھی یہیں تھی۔ کلثوم نے باری باری ان تینوں کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے تیوروں سے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی راز کا انکشاف کرنے والی ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے فرائض سے بخوبی عہدہ برآ ہو رہی ہوں۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہتی تھی کہ کیسے تم تینوں کی شادیاں ہوں گی میں نے تمہارے ابو سے بھلے وقتوں میں وعدہ کیا تھا کہ اگر برا بھلا وقت آیا تو میں تم تینوں کو باہر کی بے رحم فضا میں نہیں جانے دوں گی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔" پھر وہ سانس لینے کے لیے رکی۔

"آج اس راز کو کھولنے کا وقت آگیا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا۔ سوچتی تھی جب تم تینوں اپنے اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ اتنے اچھے گھروں میں تمہاری شادیاں کیونکر ممکن ہوئی ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر کو چپ ہوئی تو کسی میں بھی اس کو مخاطب کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

"صرف میری تنخواہ میں تمہاری شادیاں ممکن نہیں تھیں اس لیے میں نے سلیم گیلانی سے شادی کر لی تھی جو ایس ایم برادرز کے مالکوں میں سے ایک ہیں۔" انہوں نے ایک سانس میں وہ کہہ دیا جس کا بوجھ وردہ کی شادی سے بھی پہلے دل پہ آن ٹکا تھا۔

"امی! آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" وردہ بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں وردہ! یہ سچ ہے آفس میں کام کرنے کے کچھ عرصے بعد ہی سلیم صاحب نے مجھے شادی کی آفر کی۔ میں نے تمہارے اچھے مستقبل کے لالچ میں یہ آفر قبول کر لی اور سلیم صاحب کے سامنے یہ شرط رکھی کہ جب تک تم تینوں کی شادی نہیں ہو جاتی میری اور ان کی شادی راز میں رہے گی صرف منیر بھائی اور رحمت بھائی کو پتہ ہے۔" یہ دونوں رعنا اور حوریہ کے سسر تھے۔

"سلیم صاحب نے میری ہر شرط مانی یہاں تک کہا کہ میں تمہاری بیٹیوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھوں گا اور انہیں بیٹیوں کی طرح ہی رخصت کروں

گا۔" یہاں تک پہنچ کر وہ چپ ہو گئی۔ ان تینوں کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کلثوم کی برداشت سے باہر تھے۔

"آپ نے خود کو بیچ دیا۔" حوریہ کا جملہ بہت سخت اور کاری تھا۔

"میں نے اسی لیے کہا تھا کہ ہم تینوں بہنوں کو ملازمت کرنے دیں ہم کچھ نہ کچھ کر ہی لیتے ہم تینوں تعلیم یافتہ تھے بڑے بڑے دفاتر میں نہ سہی کوئی چھوٹی موٹی نوکری تو مل ہی جاتی۔" حوریہ کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو گیا تھا۔ ان تینوں کی یہی کیفیت تھی۔ رعنا بالکل خاموش تھی۔

"تمہیں کیا پتہ میں نے کیسے یہ سب کچھ کیا ہے۔" کلثوم کا لہجہ ہر قسم کے تاثر سے عاری تھا۔

"بتا دیں نا کیسے سب کچھ کیا ہے۔" حوریہ بدتمیزی کی انتہا کو چھو رہی تھی۔

"ہم کیسے رشتہ داروں کا سامنا کریں گے۔ سب ہم پر ہنسیں گے مذاق اڑائیں گے کہ جوان بچوں کی ماں نے شادی کر لی؟ ہمارے ددھیال والے ہمیں جینے کے قابل نہیں چھوڑیں گے ہم جس طرف سے بھی گزریں گے دنیا والوں کی زبانیں ہمارا پیچھا کریں گی۔" وردہ [illegible]۔ کلثوم سپاٹ چہرے کے ساتھ خاموش تھی۔

"اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"آپ نے ہماری اور خاندان والوں کی عزت کا ذلیل کیا ہے جو کہہ رہی ہیں میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔" حوریہ کا لہجہ احترام سے یکسر عاری تھا۔

"دیکھو حوریہ! تمہیں خدا کا واسطہ لوگوں کے سامنے میرا تماشا مت بنوانا۔" کلثوم نے عاجزی سے کہا۔ یوں لگ رہا تھا وہ کسی بھی وقت ضبط کا اختیار کھو دے گی۔

وردہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئی۔ رعنا وہیں ابھی گھٹنوں میں سر دیے آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ اس نے وردہ اور حوریہ کی طرح کسی بھی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا ان دونوں کے برعکس وہ ماں کی قربانیاں فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اپنے سر پہ کلثوم کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تو اس نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

"رعنا! تم بھی مجھے قصوروار سمجھ رہی ہو۔ میں منتظر ہوں کہ تم بھی کچھ کہو مجھے معتوب ٹھہراؤ۔"

"نہیں امی۔" وہ تڑپ اٹھی۔

"حوریہ اور وردہ آپی شاید اپنے رشتہ داروں کے رویے بھول گئی ہیں۔ ان کی طوطا چشمی اور خودغرضی فراموش کر گئی ہیں جب ابو کے بعد سب نے ہم سے آنکھیں پھیر لی تھیں اس وقت یہ سب رشتہ دار کہاں تھے جن کا وردہ آپی اور حوریہ کو بہت خیال ہے۔" وہ قصداً انہیں سنانے کو اونچی آواز میں بولی۔

حوریہ نے اس انکشاف کے بعد دل میں جو ٹھانی تھی اسے کر کے ہی رہی۔ اس نے مہمانوں سے بھرے گھر میں عین رخصتی سے انکار کر دیا۔

کلثوم کی کوئی بھی التجا اس کا دل موم نہ کر سکی۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گی۔ آپ نے ہماری صورت میں مجبوریوں کا سودا کیا جو مجھے منظور نہیں ہے۔" سلیم گیلانی نے اس کی کتنی منتیں کیں مگر وہ جا کر کمرے میں بند ہو گئی۔

"حوریہ! دروازہ کھولو۔ صرف آج کے دن آخری بار میری بات مان لو۔ صرف آخری بار۔" کلثوم نے بے قراری سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"حوریہ! تمہیں اپنے ابو کا واسطہ یوں مت کرو۔"

حوریہ نے دھیرے سے دروازہ کھول دیا۔

"ساری صورت حال تمہارے علم میں ہے۔ منیر بھائی نے سینکڑوں مہمانوں کو مدعو کر رکھا ہے اگر تم نے یہی ضد لگائے رکھی تو ان کی بہت بدنامی ہو گی۔ اس وقت میرا بھرم رکھ لو سسرال چلی جاؤ۔ بعد میں جو جی میں آئے کرنا۔"

"آپ بار بار میرے ابو کا نام مت لیں۔ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اب ان کا نام اپنی زبان پہ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لائیں۔ ٹھیک ہے میں پرسوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس گھر میں آجاؤں گی۔ میں ان قابل نفرت لوگوں کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جنہیں آپ اور سلیم صاحب نے ملی بھگت سے میرے لیے منتخب کیا ہے۔ حوریہ کا لفظ لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

مہمانوں کے کانوں میں بھنک تو پڑ ہی گئی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ منیر گیلانی کو پتہ نہ چلتا۔ ادھر کلثوم اور سلیم گیلانی کی خفیہ شادی کی خبر ایسی تھی جس پہ حوریہ کی ساری ددھیال میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ رؤف صاحب اور چچا میاں کے تو چہرے ہی بگڑے ہوئے تھے یہی حال خولہ اور حمیرا کا تھا۔ وردہ کے سسرال والے خاموش تھے۔ حوریہ کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جو نئی صورت حال بن گئی تھی وہ کئی سرگوشیوں کا در وا کر گئی تھی۔ منیر گیلانی کی بیوی، بہن حوریہ کے کپڑے اور دیگر چیزیں لائیں۔ وہ دلہن بننے کے لیے راضی ہی نہیں ہو رہی تھی۔ کپڑے تو مارے باندھے اس نے پہن ہی لیے۔

"اس ڈھکوسلے کی ضرورت ہی کیا ہے جب مجھے وہاں رہنا ہی نہیں ہے تو پھر دلہن کا سوانگ بیکار ہے۔"

منیر گیلانی اور نادرہ نے اشعر کو اک طرف لے جا کر صورت حال سمجھائی تو وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گیا۔

"جب وہ محترمہ راضی نہیں تو پھر یہ کھڑاگ پالنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو تو انسانی ہمدردی کا بخار چڑھ جاتا ہے۔ انکل کے زور دینے پہ آپ کتنے آرام سے شادی کے لیے تیار ہو گئے۔ پاپا! جب وہ لڑکی ہو کر اتنے لوگوں میں دھڑلے سے انکار کر سکتی ہے میں تو پھر مرد ہوں کیسے اپنی توہین برداشت کر سکتا ہوں۔" وہ بھی اکڑ گیا۔ منیر گیلانی سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ بمشکل تمام اسے ٹھنڈا کیا گیا۔

حوریہ اور رعنا کی رخصتی کے بعد وردہ، ماں سے ملے بغیر اشعر کے ساتھ چلی گئی۔ کلثوم کے دل کو دھکا سا لگا وہ لٹے پٹے مسافر کی طرح کمرے کے بیچوں بیچ رہ گئی تو سلیم گیلانی نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

"آؤ کلثوم! اپنے گھر چلتے ہیں۔ مجھے تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔ اب یہاں کیا رکھا ہے پھر ویسے بھی تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکی ہو۔ میرا گھر تمہارے انتظار میں ہے۔ ڈاکٹر نقوی کو میں ابھی فون کرتا ہوں جب تک وہ آئے تب تک ہم بھی پہنچ جائیں گے۔" کلثوم نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

اسے سلیم گیلانی کے ساتھ جاتا دیکھ کر کئی نگاہیں تمسخرانہ انداز میں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"تم لوگوں نے میری ماں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا ہے مگر میں اپنے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اپنے مرحوم باپ کی وجہ سے عارضی طور پہ یہاں آ تو گئی ہوں مگر۔۔۔"

"کیوں کیا ہے مجھ ناچیز پہ یہ احسان عظیم؟" اشعر بھی کہاں حساب رکھنے والا تھا۔ ابھی کچھ دن پہلے جس انداز میں اس کے گھر آکر جس طرح بھاگ کھڑی ہوئی تھی اشعر کافی روز تک اسے یاد کر کے ہنستا رہا تھا۔ پھر جب حوریہ سے اس کی اچانک شادی کا سلسلہ ہوا اور اسے تصویر دکھائی گئی تو وہ ایک نظر میں پہچان گیا کہ وہی انشورنس والی لڑکی ہے جو بھری دوپہر میں اس کے گھر آئی تھی۔

جب وہ کسی طرح کا لحاظ نہیں کر رہی تھی نہ اس کے لہجے میں کوئی مروت تھی تو پھر اسے کیا پڑی تھی کہ اپنے دل کا حال کہتا پھرتا۔ اس کے نرم نرم کومل جذبوں پہ اوس آ گری تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ اس گھر اور اس کے مکینوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ آئی تھی۔ اپنے پورشن کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے اسے اپنے پیچھے بہت سے قدموں کی

آہٹ سنائی دی تو وہ پلٹ کر دیکھنے پہ مجبور ہو گئی۔ خولہ، حمیرا چچی اور ثمین شمائل سب اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ نڈھال سے انداز میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ خولہ چچی اور حمیرا چچی نے معنی خیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"حوریہ! تم سے مجھے اس حماقت کی امید نہیں تھی۔" شمائل تاسف سے بولی تو وہ کندھے جھٹک کر رہ گئی۔

"ہاں بھلا اب یہاں کیا رکھا ہے کون تمہاری راہ دیکھے گا۔ تمہاری امی تو اپنے نئے نویلے دولہا کے ساتھ چلی گئی ہیں۔" خولہ نے ٹھٹھول کیا۔

"کلثوم کو اب بھلا شادی کی کیا سوجھی تھی۔ تمہیں یاد کر اللہ اللہ کرتی۔ نہ پوچھو کہ گلی محلے والے کیا کیا باتیں کر رہے ہیں۔" یہ حمیرا چچی تھیں۔ شمائل نے کڑی نگاہوں سے دیکھا۔

"آنٹی نے شادی ہی تو کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ وہ اپنے مسائل کو ہم سے بہتر جانتی تھیں۔ پھر سلیم انکل اچھے آدمی ہیں۔ آپ خود ایمانداری سے بتائیں اگر آنٹی شادی نہ کرتیں تو اس گھر کے مسئلے حل کرنے کے لیے آپ لوگ کچھ کرتے؟ میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ وردہ کی منگنی صرف اس لیے ٹوٹ گئی تھی کہ کلثوم آنٹی جہیز کی ڈیمانڈ پوری نہیں کر سکتی تھیں۔ اس خود غرض دنیا میں جب ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو تو پھر ہر شخص کو اپنی صلیب خود ہی اٹھانا پڑتی ہے۔" شمائل نے آئینہ دکھایا تو سب چپ کے چپ رہ گئے۔ حمیرا وہیں چپ ہو گئی۔ بہت کچھ کہنے کی حسرت خولہ کے دل میں ہی رہ گئی۔

اندر کمرے میں حوریہ بالکل خاموشی سے بیٹھی خلا کو تک رہی تھی۔

اشعر کی پھوپھو نادرہ اور بابا منیر گیلانی نے اسے کتنا سراہا تھا۔ بس اشعر لاتعلق نظر آ رہا تھا۔ یہ دو دن اس نے وہاں اجنبی کی طرح گزارے تھے جیسے بھولے بھٹکے اس طرف آ گئی ہو۔

"پاپا! اگر یہ یہاں رکنا نہیں چاہتی ہیں تو آپ کیوں زبردستی کر رہے ہیں؟" اشعر نے کہا۔

"دیکھو بیٹا! گھر بنانا آسان نہیں ہوتا۔ نہ یہ بچوں کا کھیل ہے کہ شادی کر کے طلاق دے دی جائے۔ تمہاری امی کو بڑا ارمان تھا کہ جلد از جلد تم اپنے گھر کے ہو جاؤ پھر سلیم بھائی کی شادی پہ میں بھی خوش ہوں۔ سلیم بھائی بہت رحم دل فطرت کے مالک ہیں انہوں نے جوانی میں بھی کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی بہت پہلے ایک بیوہ سے شادی کی تھی جو ان سے پورے دس برس بڑی تھی۔ ان کا یہ جذبہ سراہے جانے کے لائق ہے۔ کلثوم بھابھی نے جب ہمارے ادارے میں ملازمت کی تو تب ان کے حالات سلیم بھائی کے علم میں آئے اور انہوں نے بھابھی کو پرپوز کیا۔"

حوریہ نے خود کو شرمندگی کے گہرے غاروں میں اترتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے امی نے سلیم صاحب سے ان کی خوشیوں کی خیرات مانگی ہے۔ وہ بہت مغموم مغموم سی گیلانی ہاؤس سے باہر نکلی تھی۔

"حوریہ بیٹی! اچھی طرح سوچ لو اگر لوٹنا چاہو تو واپسی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں میں یہی سمجھوں گا کہ۔۔۔" اپنے پیچھے اس نے منیر گیلانی کی آواز سنی تھی۔

"نہیں اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں سر اٹھا کر لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا چاہتی ہوں جو یہاں اس گھر میں ممکن نہیں ہے۔ آپ بھی تو سلیم صاحب کے رشتہ دار ہیں۔" اس نے دل میں عہد کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

حوریہ کے خود مختار ہونے کا دیرینہ خواب پورا ہو رہا تھا۔ امی تو اس کی ملازمت کے سخت خلاف تھیں مگر اب اسے کسی کا بھی ڈر نہیں تھا۔ اس نے ایک اخبار

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

جوائن کرلیا۔ جو اس کا دیرینہ شوق بھی تھا۔

ایڈیٹر احمد بٹ نے بہت جلد اس کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا۔ مگر احمد بٹ سے سارا اسٹاف ناراض ناراض نظر آیا تھا مگر چونکہ وہ نئی نئی آئی تھی اس لیے لب کشائی کی ہمت نہ کر سکی۔ نیوز سیکشن کا حسن اور چیف رپورٹر عون احمد بٹ کے خلاف ہی باتیں کرتے نظر آتے۔ آہستہ آہستہ وہ کچھ ہی روز میں ایڈیٹر کے ساتھ عون اور حسن کی چپقلش کی وجہ جان گئی۔ حسن، کامرس اور انڈسٹری رپورٹر تھا مگر احمد بٹ نے آتے ہی اس کا تبادلہ شوبز میں کروا دیا جو اس کی فیلڈ ہی نہیں تھی۔ جس پہ اس نے خوب شور کیا تھا۔ عون بھی حسن کا ہمنوا تھا۔

حوریہ نے اپنے تئیں بڑے خلوص سے حسن کو مشورہ دیا کہ وہ کسی دوسرے اخبار میں چلا جائے۔ حسن اسے دیکھتا رہ گیا۔

"بھئی، میرا مطلب ہے جب آپ شوبز کرنا ہی نہیں چاہتے تو پھر سر کھپانے کا فائدہ۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی۔

"مس حوریہ! یہ میری انا کے خلاف ہے۔ میں اسی اخبار میں کام کروں گا۔" وہ زور دے کر بولا۔ اریبہ ان دونوں کے مکالمے بغور سنتی رہی مگر اس نے دخل نہیں دیا۔ اریبہ اسے ساتھ لے کر پریس کلب چلی آئی۔ وہاں سے واپس آکر خبریں لکھنے اور پھر انہیں فائل کرنے میں خاصا وقت لگ گیا۔

وہ گھر لوٹی تو بہت عرصے بعد اس کی ملاقات سرینا سے ہوئی۔ وہ بہت گرمجوشی سے اس سے ملی مگر سرینا کے انداز میں وہ خلوص نہیں تھا جو کبھی اس کی شخصیت کا حصہ رہا تھا۔

"میرا تبادلہ ہو گیا ہے۔" وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولی۔ حوریہ کے ذہن میں جو سوال ایک عرصے سے سرینا کے حوالے سے اچھل مچا رہے تھے اس نے آج اسے اظہار کی جرأت دے ہی دی۔

"سرینا! آپ نے شرجیل میں کیا دیکھا جو اتنی بے دردی سے اس پہ اپنا روپیہ خرچ کرتی رہیں۔"

"محبت کرتی ہوں میں شرجیل سے۔ پہلے یہ کہتا رہا کہ میں تم سے شادی کرلوں گا۔ اب کہتا ہے اسے میری رنگت پسند نہیں ہے۔" سرینا کا لہجہ دکھ سے بھرا ہوا تھا۔

شرجیل سے سرینا کی ملاقات گالف کورس میں ہوئی تھی۔ وہ مختلف سفارت خانوں میں گالف سکھاتا تھا۔ سرینا اسلام آباد میں فرانس کے سفارت خانے میں بجٹ سیکریٹری تھی۔ اس نے شرجیل سے کہا کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ شرجیل کا کام بس اتنا ہوتا کہ وہ سرینا کے ساتھ ساتھ رہتا گالف سکھانا اس نے چھوڑ دیا تھا۔ سفارت خانے کا پاکستانی عملہ شرجیل کا بہت مذاق اڑاتا۔ اسے عورت کی کمائی پہ پلنے والا کہا جاتا۔ سرینا دو بار شرجیل کو فرانس بھی لے جا چکی تھی۔ وہ اس بے دریغ پیسے خرچ کرتی شرجیل کے تمام گھر والے اس کی فیاضی سے کام نکال رہے تھے۔ اب ان کے گھر میں ایک سے ایک قیمتی چیز موجود تھی۔ سرینا ہی کی بدولت شرجیل اونچے حلقوں میں متعارف ہوا۔ اب جب سرینا کا تبادلہ ہو رہا تھا تو شرجیل نے بھی آنکھیں بدل لی تھیں۔

خولہ اور رؤف صاحب سمیت اسعد نے بھی بہت زور دیا کہ سرینا سے شادی کر کے سب کچھ سمیٹ لو اور وہ شاید ایسا کر گزرتا کہ سرینا ہی کی بدولت اب اس کے پاس اتنا کچھ تھا کہ وہ کسی بھی خوبصورت گوری چٹی لڑکی سے شادی کر سکتا تھا۔

حوریہ کا دل دکھ سے بوجھل ہو رہا تھا۔ سرینا کی سرخ آنکھیں اور ٹوٹا ہوا لہجہ اسے کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔

☼ ☼ ☼

احمد بٹ نے ملک میں بڑھتی ہوئی پرائیویٹ سیکیورٹی ایجنسیز اور ان کے دائرہ کار کے بارے میں اسے ایک فیچر لکھنے کا کام دیا تھا۔ اس ضمن میں اس

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اسے بہت گائیڈ کیا تھا۔ آج بھی اسی سلسلے میں وہ ایک پرائیویٹ ایجنسی کے مالک سے انٹرویو کرنے آئی تھی۔

مرکزی گیٹ پہ باوردی محافظ کھڑے تھے۔ وہ فوٹو گرافر عامر کے ساتھ پریس کارڈ دکھانے کے بعد اندر مرکزی عمارت کی طرف بڑھی۔

لکڑی کی شاندار سی میز کے عقب میں چیئر پہ بیٹھے اشعر منیر گیلانی کو پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کبھی بھی اشعر کے بارے میں جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اس کی یہاں موجودگی کا اسے ذرا بھی علم ہوتا تو وہ یہاں کبھی بھی نہ آتی۔

اشعر کے چہرے پہ پرانے تعلقات کی تلخی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس نے کمال ہمت سے خود کو سنبھال لیا تھا۔

حوریہ بھی سر جھٹک کر ذہن میں ترتیب دیے سوالوں کو دہرانے لگی۔ عامر، حوریہ کے ساتھ دوسرے صوفے پہ بیٹھا سوفٹ ڈرنک اور دیگر لوازمات سے انصاف کرنے میں مصروف تھا۔ حوریہ نے سامنے ٹیبل پہ دھری کھانے پینے کی کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ تابڑ توڑ سوال کر رہی تھی تاکہ جلد از جلد یہاں سے نکل سکے۔ اشعر کا چہرہ خلافِ معمول سنجیدہ لگ رہا تھا۔

حوریہ انٹرویو میں مصروف تھی کہ ایجنسی کا دوسرا پارٹنر ولید خان بھی آ گیا۔ سیکیورٹی ایجنسی وہ دونوں مل کر چلاتے تھے۔ اب وہ ولید خان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ عامر درمیان میں تصویریں بھی بناتا رہا۔ انٹرویو کا مرحلہ تمام ہوا تو حوریہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اشعر گیلانی کا سامنا آسان نہیں تھا۔ اس نے منوں بوجھ سر سے اترتا محسوس کیا۔

"تم آج بڑے سنجیدہ لگ رہے ہو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس لڑکی کے آگے تمہیں زبردستی بٹھایا گیا ہے۔ ویسے لڑکی تھی بڑی پیاری، کم عمری، ورنہ میرا واسطہ آج تک جن صحافی عورتوں سے پڑا ہے سب کی سب چہرے سے ہی بہت تیز لگتی تھیں اور یہ لڑکی... اس سے اخبار سے آئی تھی، ہاں ہاں روزنامہ "نیا دن" سے آئی تھی۔ خود بھی تر و تازہ اور شاداب سی لگ رہی تھی۔ شاید نئی نئی اس فیلڈ میں آئی ہے۔" ولید خان مسلسل بول رہا تھا۔ اشعر نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تو وہ چپ ہو گیا۔

"اب اس لڑکی کے بارے میں ایک لفظ نہ کہنا۔" اشعر کا انداز دو ٹوک تھا۔

"کیوں یار! تم کیوں ناراض ہو رہے ہو، وہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟" ولید کو بھی غصہ آ گیا۔ عین اسی وقت کال بیل [illegible] کر کرنل مقبول اندر داخل ہوئے۔ اشعر نے بمشکل تمام خود کو کمپوز کیا۔ وہ دونوں کالج لائف سے اچھے اور گہرے دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے دوستی نبھا رہے تھے آج پہلی بار اشعر ایک اجنبی لڑکی کے لیے اس انداز سے پیش آیا تھا، حیرت انگیز بات تھی۔

کرنل مقبول چلے گئے تو اشعر خفا خفا سا ولید کے پاس آیا۔

"آئی ایم سوری یار! پتہ نہیں کیوں مجھے غصہ آ گیا تھا۔"

"سچ کہو تو وہ صحافی تمہیں بھی اچھی لگی ہے۔" ولید چہک کر بولا۔

"نہیں ولید! یہ بات نہیں ہے اصل میں..." اشعر نے اسے تمام کہانی سنا ڈالی تو ولید نے پرسوچ نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں۔

"کمال ہے حوریہ اس طرح کی لگتی تو نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی بات کے پیچھے گھر خراب کر رہی ہے۔ ویری سیڈ یار! تم میں کیا کمی ہے جو... یوں ہی [illegible] ہے۔ تمہاری شادی کا قصہ تو مجھے پتہ تھا مگر میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ حوریہ ہی تمہاری منکوحہ ہو گی۔ اگر تم کہو تو میں بات کروں؟"

"نہیں ولید! ایسا سوچنا بھی مت ہو سکتا ہے محترمہ اپنی جگہ درست ہوں۔" وہ تاسف سے بولا۔

ولید نے سراہتی نگاہ سے اسے دیکھا۔

ولید نے سراہتی نگاہ سے اسے دیکھا۔ جاذب نقوش، لمبا قد، مضبوط جسامت، عمدہ ڈریسنگ۔ کوئی بھی لڑکی اسے ٹھکرانے کی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

اشعر کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حوریہ حق دق رہ گئی۔ خولہ چچی خود اسے ساتھ لے کر اوپر آئی تھیں۔

"تمہارے مہمان آئے ہیں۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھال کر چلی گئیں۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" حوریہ نے اپنے لب و لہجے کو سخت بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔"

"تو اب تشریف لے جائیں۔" وہ بدتمیزی سے بولی۔ اشعر اس کے قریب آ گیا۔

"بہت اکڑ ہے تم میں۔"

"خبردار جو آگے بڑھنے کی کوشش کی۔"

"ورنہ کیا کر لوگی تم بولو۔" وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

وہ بے بسی سے ہونٹ کچل کر رہ گئی۔

"تم جاب نہیں کرو گی یہ میرا حکم ہے۔"

"ہونہہ، آپ ہوتے کون ہیں مجھے حکم دینے والے؟"

"کاش یہ سوال تم اس وقت کرتیں جب رخصت ہو کر گیلانی ہاؤس میں آئی تھیں اس وقت میں تمہیں ٹھیک ٹھاک طریقے سے بتاتا کہ میں کون ہوتا ہوں۔ ہاں! تم جاب نہیں کرو گی، نہ جانے ولید کی طرح اور کون کون تمہارے بارے میں کیا کچھ کہتا ہو گا۔"

وہ جس طرح اچانک آیا تھا اسی طرح چلا بھی گیا۔ حوریہ کی سماعتوں میں ابھی تک اس کا بے باک لہجہ گونج رہا تھا۔ وہ دھک دھک کرتے دل اور منتشر اعصاب کو سنبھالتی بستر پر بیٹھ گئی۔

"بڑا آیا حکم دینے والا، آئندہ جاب پہ نہیں جاؤ گی۔" حوریہ نے اس کی نقل اتاری۔ اتنے میں حمیرا اور خولہ چچی اوپر آ گئیں۔

"یہ اشعر کیوں آیا تھا؟" سوال جتنا معنی خیز تھا لہجہ اس سے زیادہ معنی خیز تھا۔ حوریہ پہ گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اسے ابھی ابھی احساس ہوا کہ دنیا والوں اور اس گھر کے مکینوں کی نگاہ میں اس کا اور اشعر کا تعلق کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ پھر خولہ اور حمیرا چچی تو ہمہ وقت دوسروں کی ٹوہ میں رہتی تھیں۔ ان کا رواں رواں جاننے کو بے تاب تھا کہ اشعر کیوں آیا تھا۔ حمیرا کا خیال تھا وہ حوریہ کو زبردستی لے جانے کے لیے آیا ہے۔ خولہ کا کہنا تھا وہ طلاق کے کاغذات دینے آیا ہے مگر حوریہ نے گول مول سا جواب دے کر انہیں سخت مایوس کیا۔

❁ ❁ ❁

رعنا باقاعدگی سے کلثوم سے ملنے جاتی تھی۔ اگر سلیم گیلانی بھی موجود ہوتے تو بڑی محبت سے پیش آتے۔ وردہ نے اس دن کے بعد پلٹ کر بھی کلثوم کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی اور حوریہ تو ویسے بھی زہر زہر ہو رہی تھی۔ کلثوم تین بار اس سے ملنے گئی اسے سمجھانے کی کوشش مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سلیم گیلانی کی اعلیٰ ظرفی تھی جو انہوں نے حوریہ اور اشعر کے تعلق کے حوالے سے کلثوم سے کوئی باز پرس نہیں کی۔

کلثوم نے حوریہ کو یہاں سے لے جانے کے لیے بہت زور لگایا۔

"میرے ساتھ چلو، اکیلی کیسے رہو گی۔ اکیلی لڑکی یا عورت بہت غیر محفوظ ہوتی ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی یہاں کم از کم مجھے شرمندگی کا احساس تو نہیں ہوتا۔" وہ خود کو حق بجانب تصور کرتے ہوئے حد سے گزر رہی تھی۔

پھر اس کے بعد کلثوم نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ وہ حوریہ کی ماں تھی اچھی طرح جان گئی تھی کہ وہ ہٹ دھرمی اور ضد پہ اتر آئی ہے۔

☼ ☼ ☼

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ "نیادن" کے دفتر سے نکل کر حسب معمول بس اسٹینڈ کی طرف قدم اٹھانے لگی۔ اس کے پیچھے پیچھے کوئی اور بھی چل رہا تھا۔ وہ بس میں سوار ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چڑھ گیا۔ حوریہ اپنے اسٹاپ پہ گھر سے کافی فاصلے پہ اتری تو وہ بھی اتر گیا۔ گھر تک اس کے پیچھے آیا تھا۔ جب وہ گیٹ سے اندر داخل ہوگئی تب وہ واپس ہوا۔

حوریہ نے خود کو یہ کہہ کر بہلانے کی کوشش کی کہ وہ اس کا وہم بھی تو ہو سکتا ہے۔ اگلے پورے ہفتے یہ معمول جاری رہا تو پہلی بار وہ خوفزدہ ہو کر نوٹس لینے پہ مجبور ہوگئی۔

رم جھم بارش برس رہی تھی۔ آج وہ قدرے تاخیر سے اٹھی تھی کیونکہ ایک سیمینار کی کوریج میں کافی وقت لگ گیا تھا۔ وہ چادر اپنے گرد اچھی طرح لپیٹے چوکنا نگاہوں سے سڑک سے ہٹ کر چلنے والے راہگیروں کو دیکھتے ہوئے چل رہی تھی۔

اپنے پیچھے اسے مخصوص قدموں کی آہٹ سنائی دی تو اس کی رنگت متغیر ہوگئی۔ ہلکی پھلکی بوندا باندی باقاعدہ بارش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ بری طرح بھیگ چکی تھی۔

حوریہ نے قدرے رک کر دھندلاتی آنکھوں سے بس اسٹینڈ کی طرف ایک بار پھر دیکھا۔ وہ شخص بھی رک گیا تو حوریہ کا جی چاہا زور زور سے رونا شروع کر دے۔ یہ پر اسرار حلیے اور تاثرات والا شخص جس کے چہرے پہ معنی خیز سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی گویا وہ بزبان خاموشی کہہ رہا ہو کہ اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔

جونہی اس نے قدم اُٹھایا اس کی سرد آواز نے اسے لرزا دیا۔

"رک جاؤ اور میری طرف دیکھو۔" حوریہ نے آج پہلی بار اس کی آواز سنی تھی۔ عجیب دہشت زدہ کر دینے والی آواز تھی۔ میکانکی انداز میں حوریہ کے قدم وہیں ساکت ہوگئے اور نگاہ اس کی طرف اٹھی۔

اس کے ہاتھ میں درمیانی سائز کی بوتل تھی جس میں کوئی پانی جیسا محلول بھرا ہوا تھا۔

"یہ تیزاب ہے۔ میں اسے تمہارے خوبصورت چہرے پہ پھینکوں گا۔" اف اس کا سارا بدن خوف سے تھرا گیا۔

وہ سفید رنگ کی مارگلہ اسی طرف آرہی تھی۔ حوریہ نے بلا سوچے سمجھے گاڑی کی طرف لفٹ لینے والے انداز میں ہاتھ بلند کیا اور نتائج کی پروا کیے بغیر گاڑی کی طرف دوڑ پڑی۔ وہ شخص بوتل کا ڈھکن کھولے اس کے پیچھے آرہا تھا۔

گاڑی کا اگلا دروازہ کھلا۔ حوریہ کے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا جبکہ وہ آفت بھی اب اس سے چند قدم کے فاصلے پہ تھی۔ حوریہ اندر بیٹھ گئی۔ وہ پُراسرار شخص فٹ پاتھ پہ کھڑا اسے خود سے دور ہوتا دیکھ رہا تھا۔

کتنی دیر اسے اپنے حواسوں پہ قابو پانے میں لگ گئے پھر اس نے اس مہربان کی طرف چہرہ موڑ کر دیکھنا چاہا جس نے اس کڑے وقت میں اس کی مدد کی تھی۔

"اف اللہ۔" اس نے اپنے ہونٹ دانتوں سے کچل ڈالے۔ "یہ شخص کیوں اس سڑک سے گزر رہا تھا اور میں کیوں اس گاڑی میں بیٹھی۔" کچھ کہنے کے لیے اس نے لب کھولے مگر کوئی خیال آنے پہ خاموش ہوگئی۔

"کچھ کہو نا۔ میرا تو خیال تھا کہ تم ابھی چلتی گاڑی سے اتر جاؤ گی۔" اشعر نے طنز کا پہلا پتھر اس کی طرف لڑھکایا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا ناکہ تم یہ جاب چھوڑ دو مگر تم نے نہیں سنا اگر تمہیں زندگی گزارنے کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ میں تمہیں دے دیا کروں گا' مجھ سے مانگ لیا کرو۔ آخر میرا فرض بنتا ہے۔" حوریہ کا چہرہ احساس توہین سے تپ کر رہ گیا۔

"آپ اپنے روپے اپنے پاس ہی رکھیں میں کوئی گری پڑی نہیں ہوں پھر میں کیوں آپ سے مانگوں۔"

وہ پھر آؤٹ ہو رہی تھی۔ اشعر نے اچانک سائیڈ پہ گاڑی روک دی۔

"دیکھو حوریہ! کسی کی برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تم نے مجھے لیٹ ڈاؤن کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پورے خاندان میں ہمیں تماشا بنانے کی کوشش کی ہے۔ عین شادی والے دن تم نے جو کچھ کیا' کیا وہ کوئی ذی ہوش لڑکی کر سکتی ہے؟ لڑکیاں تو اپنے ماں باپ کی عزت کی خاطر جان سے گزر جاتی ہیں اور تم کیسی بیٹی ہو جو..... خیر۔" اس نے سر جھٹکا۔

"اب تم کل سے آفس نہیں جاؤ گی۔"

"آپ کیوں بار بار مجھے حکم دے رہے ہیں۔ میں کوئی آپ کی ماتحت تو نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے حوریہ صاحبہ! تم یوں نہیں مانو گی۔" وہ خطرناک تیوروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ حوریہ دہل کر دروازے کے بالکل ساتھ لگ گئی۔

کبھی کبھی اپنے مطلب کی خاطر شکست قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سوچ کر اس نے بھی اپنی ٹون بدل لی۔

"آخر آپ کیوں چاہتے ہیں کہ میں جاب نہ کروں؟" اس کے لہجے میں اب پہلے جیسی ہٹ دھرمی اور ضد نہیں تھی اس لیے اشعر بھی نرم پڑ گیا۔

"دیکھو حوریہ! اب تم ہمارے خاندان کا ایک حصہ ہو' میری بیوی ہو۔ اگر تم چند ہزار کے لیے ان اخبارات کے دفاتر میں دھکے کھاؤ تو میری غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی۔ تم مانو نہ مانو میرا تمہیں چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ کلثوم آنٹی نے کہا ہے کہ میں ان کی خاطر تمہیں برداشت کرلوں اور یہ کہ ایک دن تم خود ہی سمجھ جاؤ گی' مجھے اسی دن کا انتظار ہے۔ حوریہ زندگی بڑی مختصر ہے اسے کیوں نفرتوں کی نذر کر رہی ہو؟ زندگی اتنی ارزاں تو نہیں ہوتی کہ اسے یوں ضائع کر دیا جائے۔ میرے پاپا اور پھپھو بہت اعلا ظرف ہیں۔ تم جو کچھ کر رہی ہو وہ اسے تمہاری نادانی پہ محمول کر رہے ہیں اور اب بھی تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

حوریہ کچھ نہیں بولی۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی پتھر سے اپنا سر پھوڑ رہا ہے۔

"اگر تمہیں جاب کرنا ہے تو تم میری ایجنسی آجاؤ۔"

"کیوں آؤں میں؟" وہ پھر تند ہوئی۔

"حوریہ! آئندہ مجھ سے اس انداز اور لہجے میں بات نہ کرنا۔ میں عادی نہیں ہوں۔"

"اچھا اب گاڑی چلائیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" اشعر نے ڈیش بورڈ کھولا۔ اس کا ہاتھ باہر آیا تو خاصی رقم اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ اس نے خاموشی سے حوریہ کی طرف بڑھائی۔

"یہ میں نہیں لوں گی۔" وہ اپنی ازلی خودداری کے ہاتھوں مجبور تھی۔

"یہ میں نہیں دے رہا ہوں' آنٹی نے دیے تھے۔"

"بہرحال میں پھر بھی نہیں لوں گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

اچانک ہی اشعر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ بلبلا کر رہ گئی۔

"میں اس کا حق رکھتا ہوں۔" وہ اس کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بارش کی شدت میں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

مزید تیزی آگئی تھی۔
"گھر چلو گی؟"
"کون سے گھر؟"
"میرے گھر جو تمہارا بھی ہے۔"
"میرا گھر وہی ہے جہاں میں رہتی آئی ہوں۔"
"بہرحال میرا جی چاہ رہا ہے تمہیں ساتھ لے جانے کو۔" وہ موڑ کاٹتے کاٹتے پھر اس کی طرف جھکا تو حوریہ اس کا ارادہ بھانپ کر دروازے سے لگ کر بیٹھ گئی۔ وہ دل کھول کر ہنسا۔
اس کی نظروں اور لہجے کی بے باکی نے حوریہ کے تن بدن میں پھریری سی دوڑا دی۔

☆ ☆ ☆

کہو اک دن
کہ جو کچھ بھی
ہمارے پاس ہے
سب کچھ تمہارا ہے
کہو اک دن

انفر شیو کرتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔ وردہ برآمدے میں پڑی کرسی پہ بیٹھی چائے کا مگ تھامے آہستہ آہستہ چسکیاں لے رہی تھی۔ انفر کی آواز یہاں تک آرہی تھی۔

ستارہ سی جنہیں کہتے ہو
وہ آنکھیں تمہاری ہیں
جنہیں تم پھول سی کہتے ہو
وہ باتیں تمہاری ہیں

وہ ماضی کے ریگ زاروں میں کھو گئی تھی۔ اشعر کو بھی یہ گانا بہت پسند تھا۔ موقع بے موقع وردہ کے آگے گنگناتا اور اسے چھیڑتا۔

جنہیں تم شاخ سی کہتے ہو
وہ بانہیں تمہاری ہیں

وردہ کی چائے یوں ہی پڑے پڑے ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ انفر نے وہیں سے اسے آواز لگائی۔

وجود اپنا مجھے سونپ دو
محبت دو اک دن

"جی کیا ہے؟" وہ باتھ روم کے دروازے پہ کھڑی تھی۔
"مجھے دھلا ہوا تولیہ تو نکال دو۔" وہ ریزر واش بیسن پہ رکھتا ہوا بولا تو وردہ وہیں سے سرہلاتے ہوئے مڑ گئی۔

اگر سب کچھ یہ میرا ہے
تو سب کچھ بخش دو مجھ کو

انفر پھر شروع ہو گیا تو وردہ کو قدم اٹھانا دوبھر ہو گیا۔

وجود اپنا مجھے سونپ دو
محبت دو اک دن

اس نے دھلا تولیہ انفر کے ہاتھ میں تھمایا تو اس کی زبان رک گئی۔ وہ کچن میں پہنچی تو انفر کی آواز پھر آنے لگی۔
ایک تلخ سی مسکراہٹ وردہ کے لبوں پہ بکھرنے لگی۔ اسعد بھی تو یہی کہتا تھا۔
یکدم وردہ کو کوکنگ رینج کے پاس کھڑے کھڑے بڑے زور کا چکر آیا۔ اس نے شیلف کے کنارے کو تھام کر خود کو گرنے سے بچایا۔
"وردہ! یار باہر تو آؤ۔" انفر نہا کر آچکا تھا اور اسے آواز دے رہا تھا۔ مسلسل خاموشی پا کر انفر کچن میں آگیا۔ وردہ وہاں بھی نہیں تھی۔ وہ واپس کمرے میں آیا تو وردہ کارپٹ پہ فلور کشن کے سہارے بیٹھی تھی۔
"وردہ! کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟" وہ پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تشویش سے بولا تو وردہ نے اجنبی نگاہوں سے اپنے کندھے پہ دھرے اس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے چلائی۔
"فار گاڈ سیک، میرا پیچھا چھوڑ دیں۔ مجھے اپنی مرضی سے سانس لینے دیں۔ پلیز پلیز میں آزادی کے احساس سمیت جینا چاہتی ہوں۔" وردہ کے یہ بیگانہ تیور، رکھائی سے پر الفاظ وہ کتنی اجنبی لگ رہی تھی۔
انفر میکانکی انداز میں دور ہٹا تھا۔
"شاید تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"
"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔" وہ چبا چبا کر

بولی۔
انفر پریشان سا گھر سے نکلا۔ اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔
وردہ شادی سے لے کر اب تک پوری طرح اس پہ کھلی نہیں تھی۔ انفر کی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ اس سے بے تکلف نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسے بے حد قربت کے باوجود بھی خود سے بہت دور محسوس کرتا۔ ذہنی طور پہ وہ اسے کہیں اور ہی پہنچی ہوئی لگتی۔ ہر بار اسے یوں لگتا جیسے وہ اجنبی وردہ سے مل رہا ہو، وہ سرد گلیشیر کی طرح محسوس ہوتی جس میں زندگی کی کوئی حرارت اور رمق نہیں ہوتی۔
وردہ نے کبھی اس کے پاس بیٹھ کر اس کے پسندیدہ موضوعات پہ گفتگو نہیں کی۔ وہ ایک دو بار کے سوا کہیں بھی اس کے ساتھ باہر نہیں گئی۔ وہ اگر خود سے بات کرتا تو وہ جواب میں ہوں ہاں اور جی کے تین چار الفاظ سے زیادہ کبھی نہ بولتی۔
انفر کو بھیگتے موسم اور چاندنی راتیں بہت پُرکشش لگتیں، اس کا جی چاہتا وہ وردہ کے ساتھ برستی بارش میں دور تک چلے۔ ٹھنڈی چاندنی راتوں میں حکایت دل اسے بیان کرے۔ اس سے بتائے کہ وہ اسے دل وجان کی آخری حدوں تک چاہتا ہے اتنا زیادہ کہ انفر کے ریشے ریشے میں اس کا نام لہو بن کر گردش کرتا ہے۔ وہ اسے دیکھ کر جیتا ہے۔
مگر وہ اتنی اجنبی سی لگتی کہ وہ اپنے بہت سے خوبصورت نازک [illegible] کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔
جب رات گئے وہ لوٹا تو وردہ [illegible] رہی تھی۔ انفر نے ایک نظر بند کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر گیسٹ روم میں آکر لیٹ گیا۔
"مجھے میری مرضی سے سانس لینے دیں میں آزادی کے احساس سمیت جینا چاہتی ہوں۔" اسے وردہ کی صبح کی گفتگو یاد آنے لگی تو نیند اس کی آنکھوں سے یکلخت غائب ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

روزینہ بیگم کی بھانجی کی شادی تھی۔ انہوں نے شورکوٹ انفر کو فون کر کے بتایا تھا مگر اس نے آنے سے معذوری ظاہر کر دی۔
"امی! میں ایک کورس کے سلسلے میں چار ہفتوں کے لیے سوورایز میں جا رہا ہوں، اس لیے نہیں آسکتا البتہ وردہ کو بھیج دوں گا۔ فخر بھائی سے کہیں ایئرپورٹ سے ریسیو کر لیں۔" پھر اس نے وعدے کے مطابق وردہ کو بھیج دیا۔
وہ شام کو آئی تھی۔ روزینہ بیگم نے اسے بتایا کہ شمائل ہاسپٹل میں ہے۔ روزینہ شمائل کی پھپھو تھیں اس لیے آنے والے مہمان کے لیے انہوں نے بے شمار چھوٹی موٹی چیزیں تیار کی تھیں۔ وردہ کو ساتھ لے کر وہ ہاسپٹل پہنچیں۔
خولہ چچی غزل اور حمیرا چچی بھی وہیں ویٹنگ روم میں موجود تھیں۔ اسعد، شرجیل کے ساتھ کھڑا تھا۔ روزینہ بیگم کے سلام کا جواب اس نے خوشدلی سے دیا اور دوبارہ شرجیل سے باتوں میں مگن ہو گیا۔
روزینہ بیگم دیگر خواتین کی طرف آگئیں۔ وردہ وہیں کھڑی رہی۔ اسعد، شرجیل سے کہہ رہا تھا۔ "جب بیوی ماں بن جائے تو مرد کو لازماً" اپنے لیے ایک محبوبہ ڈھونڈنی چاہیے۔"
"بھائی جان! آپ بھی باپ بننے جا رہے ہیں۔ آڑے وقتوں کے لیے کوئی محبوبہ ڈھونڈی یا نہیں؟" شرجیل بے تکلفی سے بھائی کے شانے پہ ہاتھ مار کر بولا۔
"یار! میری محبوبہ تو آل ریڈی موجود ہے۔ مجھے یاد کر کے اب بھی آہیں بھرتی ہوگی۔" اسعد کن انکھیوں سے وردہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
"بھائی جان! آپ کے تو عیش ہو گئے۔ میں بھی آپ والی حکمت عملی اپناؤں گا۔ یہ سیاہ سرینا تو میرے پیچھے پڑ گئی تھی کہ شادی کر لو شادی کر لو وہ بیوی تو کیا محبوبہ بننے کے بھی لائق نہیں ہے۔" شرجیل حقارت سے سرینا کا ذکر کر رہا تھا۔
وردہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔
لیبر روم کا دروازہ کھلا، سفید اوور آل میں ملبوس ڈاکٹر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اسعد کو بچی کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو وہ بے تابی سے شمائل کے پاس پہنچا۔ وردہ واپس گھر آئی تو احساسِ جرم حد سے زیادہ ہو چکا تھا۔ اسعد کی گھٹیا سوچ اور عامیانہ طرزِ فکر نے آج اسے بہت دکھ دیا تھا۔ اسے لگا جیسے یہ کسی بوسیدہ زنجیر کی آخری کڑی تھی جس سے وہ آزاد ہو گئی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا انصر کی زندگی میں وہ نئے سرے سے داخل ہو رہی ہے۔ کلثوم کی ایک ایک بات اسے یاد آ رہی تھی جو انصر سے اس کا رشتہ طے ہونے کے بعد سے وہ کہتی رہی تھی۔

"خدا جب ہماری کوئی پسندیدہ چیز لے لیتا ہے تو اس کے بدلے میں بہترین چیز عطا کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت ہم اس مصلحت کو نہیں سمجھتے۔"

وردہ بھی اس حقیقت سے آگاہ ہو گئی تھی کہ اسعد اس کی پسندیدہ چیز تھا اور انصر اس کے لیے بہترین تھا۔ بے شک خدا بہترین چیز ہی ہمیں دیتا ہے۔ پسند تو ہمیں بہت کچھ ہوتا ہے چاہے وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہی ہو مگر اوپر والا کب ہمارا نقصان چاہتا ہے ' اسے پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے لیے کیا اچھا ہے ' سو اس نے انصر کو ہی اس کے نصیب میں لکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

حوریہ اور وردہ کو بیک وقت فون موصول ہوا تھا۔

"تمہاری امی ہاسپٹل میں ہیں۔ فوراً آجاؤ ورنہ شاید تم لوگ بہت پچھتاؤ۔" سلیم صاحب کمزور لہجے میں کہہ رہے تھے۔ وہ آگے پیچھے ہاسپٹل پہنچی تھیں۔ کلثوم نڈھال سے انداز میں بستر پہ لیٹی ہوئی تھی۔ وہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہی تھی۔ شہابی رنگت ماند پڑ گئی تھی۔ آنکھیں جیسے گڑھوں میں دھنسی ہوئی تھیں۔

"امی! آپ کو چند ماہ میں کیا ہو گیا ہے۔" وردہ کی ساری ناراضی بھاپ بن کر اڑ گئی وہ بے اختیار اس کمزور سینے سے لپٹ گئی حوریہ کو بھی حوصلہ ہوا جبکہ رمنا پہلے ہی وہاں موجود تھی۔

"میری بچیو! مجھے معاف کر دو۔ حوریہ! تم بھی مجھے معاف کر دو۔ میری ایک آخری التجا ہے چپ چاپ اپنے سسرال چلی جاؤ وہ لوگ تمہیں کوئی طعنہ دیے بغیر قبول کر لیں گے۔ بس سمجھ لو یہ میری آخری خواہش ہے۔" وہ پُر امید نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ حوریہ خاموش رہی۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تم لوگوں کی خاطر دوسری شادی کی مگر اس میں میرا قصور اس حد تک ہے کہ میں نے تم لوگوں کو آگاہ نہیں کیا اور ایک بات بھی نہ صرف تم لوگوں سے بلکہ سلیم صاحب سے بھی چھپائی کہ ایس ایم برادرز میں جاب کرتے ہی مجھ پر کینسر جیسی موذی بیماری کا انکشاف ہوا تھا۔ اس وقت میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے سامنے تم تینوں کا تحفظ اور مستقبل تھا۔ سلیم صاحب نے مجھے شادی کی پیش کش کی تو میں خود غرض بن گئی ' پھر میں نے سلیم صاحب سے کہا کہ جلد از جلد میری بچیوں کے لیے اچھے رشتے تلاش کریں۔ انہوں نے خلوصِ نیت سے میرا ساتھ دیا۔

میں نے شاید اپنی غرض کے لیے ہی سلیم صاحب سے شادی کی اور انہیں اپنی بیماری سے بھی لاعلم رکھا۔ خدا مجھے معاف کرے۔" کلثوم جیسے تھک کر خاموش ہو گئی تھی۔

سلیم گیلانی نے ڈاکٹروں کا پورا پینل بٹھا دیا تھا مگر کلثوم کی بیماری اب لاعلاج حد میں داخل ہو چکی تھی۔ اس کی زندگی اور صحت یابی کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔

اور پھر ان تینوں کی موجودگی میں ہی کلثوم نے دم توڑا۔ اس کی موت پہ حوریہ سب سے زیادہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔

سلیم گیلانی کی رہائش پہ تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

وہ تینوں بہنیں بھی ماں کی میت کے ساتھ سلیم گیلانی کے گھر آئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

...دہ! روؤ پلیز روؤ انصر تمہیں ہمیشہ کے لیے ...ر چلا گیا ہے۔ روزینہ بیگم اسے زور زور سے ...ا رہی تھیں مگر وردہ تو پتھر کے بت کی مانند ساکت...

...ال یہ خبر غلط ہو انصر زندہ ہو تو وہ اسے بتائے کہ ...ان مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ میں اسعد ...ے نکل آئی ہوں۔"

...یہ خبر غلط کہاں ہو سکتی تھی۔ ان کا پورا گھر لوگوں ...ا ہوا تھا۔ یہاں وہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ ...فورس کے نوجوانوں نے انصر کا تابوت اٹھایا ...وگ خود بخود راستے سے ہٹتے جا رہے تھے۔

...ہ قدموں پہ چل کے گیا تھا اور اب کندھوں پہ ...ے آیا تھا۔ باوردی نوجوانوں نے تابوت کھلی ...کھا یا وہ اسے قدرے پیچھے ہٹ کر سر جھکائے ...اور افسردہ کھڑے تھے۔

...ں کا تابوت قومی پرچم سے ڈھکا ہوا تھا۔ سب ...ی انصر کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ اس کا ہنستا مسکراتا ...ت کی اوٹ میں تھا۔ وہ پتھریلے انداز میں ...ے پاس کھڑی تھی۔ عورتیں اسے رُلانے کی ...کر رہی تھیں۔

...وردہ! انصر تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" اور ...ماریں مار مار کر رونے لگی۔ پتھر کے بت میں ...ی تھی۔ روزینہ بیگم وردہ کی چیخوں کی آواز سن ...وہ اپنے کمرے سے باہر نکلیں ان کے پیچھے ...ان صاحب تھے۔

...بیٹی! کیا ہوا؟ کیا کوئی خوفناک خواب دیکھ لیا ...وردہ کے چہرے پہ پھیلے آنسو نظر انداز کرتے ...ہیں تھے۔

...نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔" وہ ان کے ...کی اب بھی سسک رہی تھی۔ وہ ہولے ...کی پیٹھ تھپکنے لگیں۔

...تھا کہ وہ خواب ہی تھا مگر کتنا بھیانک خواب ...

...ہے انصر کی بہت زیادہ یاد آ رہی تھی۔" وہ شرارت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"فکر نہ کرو پرسوں وہ کورس کمپلیٹ ہونے کے بعد آ رہا ہے۔ دس دن کی چھٹی بھی مل رہی ہے۔ تم سو رہی تھی جب انصر کا فون آیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ چلی گئیں تو اس نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور شکرانے کے نوافل ادا کر کے انصر کی درازیٔ عمر کے لیے دعا مانگی۔ اپنی کوتاہیوں کی رب سے معافی طلب کی۔ دل میں اترتے ڈھیروں سکون نے اسے مسرور کر دیا تھا۔

امی کی بیوگی کے بعد کی زندگی نے اسے زندگی کی ایک تلخ حقیقت سے روشناس کروایا تھا اور وہ پچھتانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ انصر سے ایک نئے رنگ میں ڈھل کر ملنا چاہتی تھی۔

وہ رنگ جو چاہت کا ہوتا ہے ' تمھو کا اعتبار کا ہوتا۔

وہ انصر کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ ایک نئی وردہ سے مل رہا ہے۔ جس کے دل میں صرف اس کی محبت ہے۔ وردہ نے اپنا سب سے اچھا سوٹ پہنا تھا۔ غزالہ بھابھی جو مہندی لگانے میں خاندان بھر میں مشہور تھیں ان سے مہندی لگوائی تھی۔ روزینہ بیگم انصر کی پسندیدہ ڈشز پکوا رہی تھیں اور خود بھی کچن میں خانساماں کی مدد کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

وردہ سویٹ ڈش کے اوپر پھلوں کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر نفاست سے سجا رہی تھی۔ انصر کے آنے پہ روزینہ نے اسے زبردستی کچن سے باہر نکالا۔

وہ شمائل کے لیے لائے گئے گفٹس کھول رہا تھا۔ وردہ نے جھجکتے ہوئے سلام کیا تو انصر نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی۔ وردہ نے پلکوں کی جھالر گرا لی۔ پاس بیٹھی غزالہ بھابھی ان دونوں کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ انصر بلیو لائنوں والی شرٹ اور پینٹ میں میچنگ ٹائی لگائے ہمیشہ کی طرح فریش اور اسمارٹ لگ رہا تھا۔ بال اس نے اور بھی چھوٹے کروا لیے تھے جو اس کے چہرے پہ سوٹ کر رہے تھے۔

"انصر! وردہ تمہارے بغیر بہت اداس ہو گئی تھی۔ برے برے خواب آنے لگے تھے۔ ایک رات پچھلی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

مارنے لگی کہ میں نے انصر کو خواب میں مرتے دیکھا ہے۔

"واقعی؟" وہ خوشگوار حیرت سے دوچار ہوا۔

"کیوں وردہ! بتاؤ نا۔" غزالہ نے اسے ٹھوکا دیا تو وہ شرمندہ سی ہو کر وہاں سے اٹھ گئی۔

ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد انصر آرام کرنے کے لیے کمرے میں آیا تو وردہ نے بھی اسی وقت نماز مکمل کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

وہ اسے پوری محویت سے دیکھنے لگا۔ وردہ جاء نماز تہہ کر کے رکھی اور تسبیح کرتے ہوئے انصر کے پاس نیچے زمین پہ بچھے کارپٹ پہ بیٹھ گئی۔

"انصر! آپ وہاں ٹھیک تو رہے نا۔ میں نے آپ کو بہت مس کیا۔" وردہ کے ہاتھ انصر کے ہاتھوں پہ دھرے ہوئے اسے ایک نئی کہانی سناتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ پہلی بار بے تکلفی سے خود اس کے پاس آئی تھی۔

انصر خود کو آسمانوں میں [illegible] محسوس کرنے لگا۔ اس کی ذات کا ادھورا پن مکمل ہو گیا تھا۔ انصر نے اس سے کچھ نہیں پوچھا نہ وردہ نے کوئی وضاحت کی۔

"انصر! اب آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں نے پہلے تم سے کوئی شکایت کی ہے جو تم کہہ رہی ہو۔"

"بس مجھے پتہ ہے نا، میں نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا ہے۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ انصر نے اس کے لیے اپنے دل تک آنے والے سارے راستے کھول دیئے تھے۔

☼ ☼ ☼

اشعر ہنس ہنس کر حوریہ کو اپنی کارگزاری بتا رہا تھا۔

"احمد رضا کو میں نے ہی تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ احمد رضا آرمی کا ریٹائرڈ فوجی ہے اور ہماری سیکیورٹی ایجنسی کا سب سے فرض شناس اور تیز بندہ ہے۔"

"اگر وہ سچ مچ مجھ پہ تیزاب ڈال دیتا یا گھبراہٹ میں ایسا کر بیٹھتا تو۔۔۔" حوریہ نروٹھے پن سے کو...

اشعر نے اسے نرمی سے اپنے حصار میں لے لیا۔

"اس بوتل میں تیزاب تھا ہی کہاں، عام... میں تمہیں بے وقوف نظر آتا ہوں۔"

"کتنے بڑے دھوکے باز ہیں آپ۔"

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہے میری جان۔"

"یہ محبت درمیان میں کہاں سے آگئی۔" وہ جان بوجھ کر اسے چڑا رہی تھی۔

"اسی طرح جس طرح تم میرے گھر بھری دو... مجھے ڈسٹرب کرنے آئی تھیں۔"

"اچھا! ہی میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا تھا؟"

"بالکل۔"

"اشعر! شکر ہے کہ مجھے بروقت عقل آ... جانے کیا ہوتا۔"

"ہوتا کیا؟ اللہ ہی حافظ ہوتا۔" وہ اس کے ... کھینچتے ہوئے بولا۔

آج ان کے ہاں وردہ اور رعنا کی دعوت تھی اپنی نگرانی میں تمام انتظامات مکمل کروا رہی تھی کی گود میں پیاری سی بچی تھی جو چند ماہ کی اسے پیار کرنے لگی۔ رعنا اپنے شوہر اور بچی بہت مطمئن اور آسودہ حال نظر آ رہی تھی۔

کلثوم کی قربانی رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اس منظر کی تصویر بڑی مکمل تھی۔ زندگی کے سارے نمایاں لگ رہے تھے۔

کلثوم زندگی کی آزمائشوں میں کہیں بھی ... ہوئی تھی نہ اس نے ہمت ہاری تھی۔ اس حوصلے اور قوت بازو پر بھروسہ کر کے نامساعد حالات کو شکست دی تھی۔

اگر وہ حوصلہ ہار کر بیٹھ جاتی تو کیا زندگی خوبصورت ہوتی؟

شاید نہیں۔۔۔!

www.paksociety.com